عقائد و ایمان کو سنوارنے والا بہترین رسالہ

بنام

انوارِ نجومِ ہدایت

از تبرکاتِ سبع سنابل شریف

سُنّی حنفی چشتی دارالافتا، رضا محل، چشتی حشمتی مرکز
خواجہ چوک، مسجد دیسوالیان، ڈگی بازار، درگاہ اجمیر شریف۔ ۳۰۵۰۰۱، راجستھان، انڈیا

سید السادات بلگرام مرجع الفریقین مجمع الطریقین سند المحققین حضور سیدنا الشاہ میر عبدالواحد چشتی بلگرامی قدس سرہ السامی کی مبارک ومقدس بارگاہ عرش پناہِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم میں مقبول کتاب مستطاب ''سبع سنابل'' شریف کا پہلا سنبلہ ایمان وعقیدے سے متعلق بنام

انوارِ نجومِ ہدایت

پیشکردہ

آل نبی اولادِ علی شہزادۂ سرکار غریب نواز منبع فیوض وبرکات حضور تاج المشائخ

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید **فرید الحسن** صاحب قبلہ چشتی

گدی نشین درگاہ معلیٰ اجمیر شریف

ناشر

سنی حنفی چشتی دار الافتاء

رضا محل، چشتی حشمتی مرکز، خواجہ چوک، مسجد دیسوالیان، ڈگی بازار، درگاہ اجمیر شریف ۳۰۵۰۰۱ راجستھان

نام کتاب: انوارِ نجومِ ہدایت

پیشکردہ: شہزادۂ غریب نواز علامہ سید فرید الحسن صاحب قبلہ چشتی

بموقع: عرس سرکار غریب نواز قدس سرہٗ العزیز ۱۴۳۹ھ، ۲۰۱۸ء

باہتمام:

شہزادۂ تاج المشائخ حضور مخدومی مولانا سید حماد الحسن صاحب چشتی

حسب فرمائش:

شہزادۂ تاج المشائخ حضور مخدومی سید حسان الحسن صاحب چشتی

ناشر:

سنی حنفی چشتی دارالافتاء اجمیر شریف

پیش لفظ

از: شہزادۂ سرکار غریب نواز تاج المشائخ حضور علامہ مولانا

الحاج الشاہ سید فرید الحسن چشتی صاحب قبلہ دامت فیوضہم المبارکہ

اسلامِ ما اطاعتِ خلفائے راشدین ایمانِ ما محبتِ آلِ محمد است

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیاری امت میں پیدا فرمایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جملہ آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت کرنے والوں میں بنایا اور عطائے رسول ہندالولی معینِ بیکساں سرکار غریب نواز کارساز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے سرفراز فرمایا یعنی نسبت چشتیت عطا فرمائی اسی وجہ سے فقیر کو چشتی بزرگوں کی سوانح عمری اور ان کی تالیفات وتصنیفات کے مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ اسی جذبے کے تحت جب فقیر کی نظر سے سلسلۂ چشتیہ کے ایک عظیم بزرگ سید الساداتِ بلگرام مرجع الفریقین مجمع الطریقین حبرِ شریعت بحرِ طریقت بقیۃ السلف حجۃ الخلف سند المحققین حضور سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ تعالیٰ سِرَّہٗ السَّامی کی کتاب مستطاب ''سبع سنابل'' شریف کے تعلق سے یہ واقعہ گزرا تو فقیر کے دل میں ان کی عقیدت ومحبت میں کافی اضافہ ہوگیا اور پھر سے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ پہلے وہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت حاجی حرمین مجمع البحرین مخدومی سید غلام علی آزاد رحمۃ اللہ علیہ ''مآثر الکلام'' میں تحریر فرماتے ہیں: جس وقت ۱۱۳۵ھ میں رمضان المبارک میں مؤلفِ اوراق نے دارالخلافہ شاہجہان آباد میں عارف باللہ سید العارفین سند الواصلین حضور سیدنا شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی۔ حضور سیدنا میر عبدالواحد کا ذکر درمیانِ کلام میں آ گیا حضرت شیخ نے کافی دیر تک میر صاحب کے فضائل و مناقب بیان کئے اور فرمایا کہ ایک رات میں مدینہ منورہ میں اپنے بستر پر لیٹا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں، صحابہ کرام اور اولیائے امت کی ایک جماعت بھی حاضر ہے، آپ کی مجلسِ اقدس میں ایک شخص موجود ہے اور آپ اس کی طرف نظرِ کرم کرتے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور اس سے باتیں کر رہے ہیں اور اس کی طرف بھرپور توجہ فرما رہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر توجہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور ان کے اس قدر احترام کی وجہ یہ ہے کہ کتاب ''سبع سنابل'' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں مقبول ہوئی ہے۔ (مآثر الکلام، صفحہ ۲۹)

ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد اور مریدین و متوسلین و معتقدین کے لئے کچھ نصائح و وصایا قلمبند کر جاتے ہیں لہٰذا اُسی طریقۂ اسلاف پر

عمل کرتے ہوئے فقیر نے بھی اپنی طرف سے کچھ لکھے بغیر ایسی کتاب کے ایک حصے کو چنا جو مالک دوجہاں نائب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ یہی میری نصیحت بھی ہے اور یہی میری وصیت بھی ہے۔ میری اولاد و مریدین و خلفاء کے لئے لازم ہے کہ اسی کے مطابق اپنا عقیدہ رکھے لہٰذا میری اولاد و مریدین و خلفاء میں سے خدانخواستہ ہزار بار خدانخواستہ اگر کوئی اس کے خلاف گیا تو نہ اس کا مجھ سے کوئی رشتہ اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

ارشادِ خداوندی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (سورۂ تحریم، آیت نمبر ۶) یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب ''روح البیان'' فرماتے ہیں: حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ درحقیقت ''اہل'' وہ ہے جس سے روحانی تعلق اور عشقی اتصال ہو اس میں جسمانی اتصال ہو یا نہ ہو اور جس کے عشقی اتصال ہوگا اس سے دنیا و آخرت کا تعلق وابستہ رہے گا اس لئے اس کی حفاظت ایسے ضروری ہے جیسے اپنے آپ کو آگ سے بچایا جاتا ہے۔

(تفسیر روح البیان مترجم، جلد ۱۴، صفحہ ۵۷۳)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ یعنی تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور

ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔ لہٰذا میں نے اپنے آباء واجداد کے عقیدوں کو جو قرآن وحدیث کی روشنی میں حق و صحیح ہیں پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔ فضل نسبی اسی وقت کام آئے گا جب ایمان و عقیدہ محفوظ رہے گا۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ؎

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی   بریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

منبع حکمت حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

پسرِ نوح بابداں بنشست   خاندانِ نبوتش گم شد

شریعت ہی اصل ہے اس سے ہٹ کر سب بے اصل ہے یہی ہمارے اکابر واسلاف کا طریقہ رہا ہمارے بزرگوں نے شریعت کے بالمقابل کسی کی نہ سنی اور نہ ہی شریعت کے بالمقابل کسی کو مانا خواہ وہ کتنا ہی بڑا علم و فضل و بزرگی کا دعویدار ہو جیسا کہ ''نفحات الانس'' میں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کر کے فرماتے تھے:

''چشتیاں ہمہ چناں بودند از خلق بیباک و در باطن پاک و در معرفت و فراست چالاک ہمہ احوالِ ایشاں باخلاص وترکِ ریا بود ہیچ گونہ در شرع سُستی روا نداشتند ے'' یعنی تمام چشتی حضرات ایسے ہی تھے کہ مخلوق سے بے خوف، باطن میں پاک اور معرفت وفراست میں باکمال، ان کے تمام احوال اخلاص اور بے ریائی پر

مبنی تھے اور کسی طرح بھی شریعت میں سُستی برداشت نہ کرتے۔

حضور قطبِ ربانی محبوبِ یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں:

''خارقِ عادت اگر از ولی موصوف باوصافِ ولایت ظاہر بود کرامت گویند و اگر از مخالفِ شریعت صادر شود استدراج حفظنا اللّٰہُ وایّاکُم'' یعنی اگر اوصافِ ولایت والے ولی سے خارقِ عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالفِ شریعت سے صادر ہو تو استدراج ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔ آمین

دین وشریعت کے ہم تک پہنچنے میں ہمارے برگانِ دین، ائمۂ مجتہدین، محدثین عظام، مفسرینِ کرام، علماء وفقہائے فخام بالخصوص صحابۂ خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قربانیاں اور ان کا احسان عظیم ہے۔ آقائے دوجہان مالک انس وجان عالم ما یکون و ما کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مقدس صحابہ وہ ہیں جن کے بارے میں خالقِ کائنات جل وعلا فرماتا ہے:

لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقَاتَلُوۡا ؕ ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا۔ یعنی خداوند قدوس نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی دوقسمیں فرمائیں (۱) وہ حضرات ذوی الاحترام جو فتحِ مکہ سے پہلے ایمان لائے

(۲) وہ حضرات ذوی الاحتشام جو فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے۔ پہلے والوں کو بعد والوں پر فضیلت عطا فرمائی گئی۔ پھر اسی کے آگے فرمایا: وَكُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط یعنی دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ نیز ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی اے میرے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پیارے صحابہ جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے۔ باایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے لئے کیا ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ج وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ بدگمانی کرسکتا ہے نہ ان کے اعمال کی تفتیش۔ بفرض غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ؟ تم زیادہ جانو یا اللہ؟ دلوں کا حال

جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے۔ میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ یہ تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام صحابہ سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا اور اس کا وعدہ بدلتا نہیں پھر اگر کوئی اس کے خلاف بولتا ہے یا اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے یعنی کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی یا تبرا کرتا ہے تو گویا کہ وہ نص قرآنی کا خلاف کرتا ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن کریم کے خلاف عقیدہ رکھنے والے یا قرآن شریف کے خلاف بولنے والے کا کیا حکم ہے۔ رب کے پیارے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں: اِذَا ذُکِرَ اَصۡحَابِیۡ فَاَمۡسِکُوۡا یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔ لہٰذا تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور اُن میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات یعنی آپسی معاملات میں کچھ بولنا سخت منع۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں: سَتَکُوۡنُ لِاَصۡحَابِیۡ زَلَّۃٌ یَغۡفِرُھَا اللّٰہُ لَھُمۡ لِسَابِقَتِھِمۡ ثُمَّ یَاتِیۡ مِنۡ بَعۡدِھِمۡ قَوۡمٌ یَکُبُّھُمُ اللّٰہُ عَلٰی مَنَاخِرِھِمۡ فِی النَّارِ یعنی قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کردے گا یہ وہ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب غلامانِ

خواجہ کو صحابۂ کرام کی بارگاہ کا باادب بنائے اور ان کی غلامی میں زندگی عطا فرمائے اور اسی پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

ہم جیسوں کی کیا بساط جب ہمارے جد کریم شہزادۂ رسول سبط پیمبر راکب دوشِ مصطفیٰ حضور سیدنا سرکار امام عالی مقام امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی اور یہ صلح وتفویضِ خلافت اللہ ورسول کی پسند سے ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے امام حسن کو گود میں لیکر فرمایا تھا: اِنَّ اِبْـنِـیْ ھٰذا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُصْلِحَ بِهٖ فِـئَتَیـنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔یعنی بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو سرکار امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز اُنہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ ورسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) اسے جائز رکھتے۔دوسری طرف سید الشہداء شہزادۂ گلگوں قبا پیکرِ صبر ورضا سیدنا سرکار امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سراپا برکات ہے کہ جب آپ نے یزید جیسے ظالم وجابر فاسق وفاجر جری علی الکبائر علیہ مایستحقہٗ کو خلافت کا اہل نہ پایا تو ہرگز ہرگز اُسے خلیفہ تسلیم نہ کیا۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''شرح الصدور'' میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب اس کی نزع کا وقت

آیا لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا، نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو اُن کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے ہر گز نہ پڑھنے دیں گے۔ یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا، یہ نتیجہ ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گستاخوں کے پاس بیٹھنے کا۔

امام الواصلین رئیس السالکین قدوۂ اہلِ تقی زبدۂ اہلِ صفا حضور سیدنا الشاہ نیاز بے نیاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

باجماعِ صحابہ شد مقرر　　نبی را جانشیں صدیق اکبر

حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ فَبِاَیِّهِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تو ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

چراغِ مسجد و محراب و منبر　　ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر

علی و فاطمہ، شبیر و شبر

الٰہی تا بود خورشید و ماہی　　چراغِ چشتیاں را روشنائی

فقط: خاکپائے اولیاء سید فرید الحسن چشتی

خاک نشین آستانۂ عالیہ حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۸۶/۹۲

تمام حمد اس خداوند کے لیے جس نے زمین قلوب کو بارش فضل و کرم سے زندہ فرمایا اور اس سے رشد و ہدایت کا غلّہ پیدا کیا۔ اُسے گلستانِ معرفت اور بوستانِ محبت سے آراستہ کیا۔ اس میں حکمت کے چشموں کو بہایا اور مشاہداتِ وحدت کے پھلوں سے بہرہ ور کیا چنانچہ ارشاد فرمایا: وَآيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ج اَحْيَيْنَا هَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبّاً فَمِنْهُ يَأْكُلُوْنَ وَجَعَلْنَافِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَأْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ (سورۂ یٰسٓ شریف، آیت ۳۳، ۳۴، ۳۵) اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔ ہم نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اناج نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے کہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں۔

باغہا و میوہا اندر دل ست　　　عکسِ لطفِ آں بریں آب و گِل ست

بہت باغ اور میوے دل کے اندر ہیں اور اُس کے لطف کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے۔

اور نامی درود و گرامی سلام اُس رسول پر جو گلزارِ عنایت کی بہار، اور عالی مرتبۂ باغیچۂ ہدایت ہیں اور وہ برکت والے عربی درخت ہیں کہ نہ پورب کے ہیں نہ پچھّم کے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر درود اور سلامتی نازل فرمائے اور اُن کے تمام اصحاب و

اہلبیت اور جملہ امت پر کہ اُنہیں کی رسالت کے صاف اور شیریں پانی کے پرورش پائے ہوئے اور اُنہیں کے دریائے ہدایت کے سیراب کئے ہوئے ہیں۔ بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِى الۡاُكُلِ ط (سورۃ الرعد شریف، آیت۴) رِضۡوَانُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ اَجۡمَعِيۡنَ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رضائیں ہیں۔

امابعد! کرم والے رب کے لطف وفضل پر نازاں، فقیر بے سروساماں عبد الواحد ابراہیم کہتا ہے کہ وہ زراعت کرنے والے جو اپنی جڑوں اور شاخوں سے بھرے ہوئے اور رنگ وخوشبو کے پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور وہ کاشت کار جو دلوں کی زراعت گاہ ہیں سعادتِ ازلی کا بیج رکھتے، اور اصل فطرت کی زمینوں پر تخمِ محبتِ ابدی بوتے ہیں وہ لوگ کہ ان کی کھیتی بادلوں کے پانی سے نہیں ہے بلکہ تمام پرورش کرنے والوں کے پروردگار کی پرورش سے ہے اس لئے کہ زمین کا سبزہ آبِ باراں کا پالا اور بڑھایا ہوا ہے اور رب الارباب کا پرورش کیا ہوا ہے تو وہ سبزہ زارِ دینِ گلزار، زمین کے غلہ سے ہے اور یہ نیکوں کے پاک دلوں سے وَالۡبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ (سورۃ الاعراف شریف، آیت ۸۵) اور جو اچھی زمین ہے اُس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے۔ اس ایک سے چمنستانِ آفاق کے آب وگل میں روشنیاں ہیں اور اس دوسرے سے گلستانِ اخلاق کے جان ودل

میں تجلیاں۔ وہ باغیچوں کے بوٹے جو تنے سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ تعلقات کے توڑ دینے سے۔ اُن کا پاؤں شاخ پر ہے اور ان کا چہرہ کشادگی اور فراخی میں۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ البقرہ شریف، آیت ۲۶۱) ''ان کی کہاوت جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح ہے جس نے اگائیں سات بالیں ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے''

میں نے چند خوشے اُن کے مبارک انبار سے اُٹھا لئے اور کچھ بالیں اُن کی نیکی کے گیہوں سے چن لیں تا کہ اپنی مفلسی کا سامان بنالوں اور اُس کے ذوق و شوق میں دنیا کی خوشبوؤں پر مائل نہ ہوں۔

مور گرد آورد بتابستاں　　تا فراغت بود بز مستانش

چیونٹی گرمی میں اکٹھا کر لیتی ہے تا کہ جاڑے میں با فراغت رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دارِ غرور سے نگہداشت اور مکانِ سرور پر ترقی کی توفیق بخشے۔

اے دل از اخلاقِ مرداں بہرہ منداز و نیستی　　بارے اخلاقِ بزرگاں را، ز جاں تکرار کن

عِندَ ذکرِ الصّٰلحین الحق نزولِ رحمت است　　ہر زماں ذکرِ جوانمردانِ دین، بسیار کن

گاہ از خوبیٔ احوالِ شاں، مشتاق باش　　گہ ز چشم از پاکیٔ اخلاق، اشک ایثار کن

یاخدادر معصیت دارم باہل اللہ صفا آں صفارا، چارۂ عفو من بدکار کن
کہ لَاخَوفٌ عَلَیھِمۡ وَلَاھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ بندۂ مملوک، آزاداز عذابِ نارکن
اہل زمن نااہل تلبیس ست اگر ہم توبر مستہزی موسیٰ پیمبر، کارکن

یعنی اے دل تو اگر مردانِ خدا کے اخلاق سے حصہ پانے والا نہیں تو ایک مرتبہ بزرگوں کی عادت کا دل لگا کر مطالعہ کر۔ چونکہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا اترنا ثابت ہے لہٰذا تو ہر وقت دین کے جوانمردوں کا ذکر کثرت سے کیا کر۔ کبھی تو ان کے حالوں کی اچھائی کا دل سے شوق ظاہر کر اور کبھی ان کے اخلاق کی پاکی پر آنکھوں سے آنسو نچھاور کر۔ یا اللہ میں گنہگار ہوتے ہوئے اللہ والوں سے صفائی رکھتا ہوں تو اس صفائی کو مجھ برے کی بخشش کا سہارا بنادے اور ان لوگوں کی درگاہ میں جنہیں نہ کوئی ڈر ہے نہ غم۔ اس غلام کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کردے اور مجھ نااہل کی لیاقت کا لباس اگراز راہِ فریب ہے تو تو وہی کر جو موسیٰ علیہ السلام سے ٹھٹھا کرنے والوں کے ساتھ کیا"

جاننا چاہئے کہ مولٰینا حسین واعظ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بعض آیتوں کے معنی اہل باطن کی اصطلاحات کے مطابق نقل کئے ہیں اور اہل معرفت اور خدا والوں کا اندازِ گفتگو اختیار کیا ہے۔ اس فقیر نے بہت سی کام کی باتیں وہیں سے لی ہیں اور اللہ والوں کی برکتوں کے لطائف مختلف مقاموں سے چنے ہیں۔

فائدہ حاصل کرنے اور شوق پورا کرنے کے لئے نہ کہ خیانت اور چوری کے طریقے پر۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج (سورۂ ہود شریف، آیت ۱۲۰) اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور بعض کلام مشرب کے مطابق جو فقیر کے دل پر ظاہر ہوا ہے اُسے بھی جا بجا لکھا ہے۔

ایں چند سخن کہ باز بستم	پیراہنِ دل طراز بستم
بر خویش نہادم از بلاغی	دیجورِ ضلال را چراغی
ایں سنبلہا چو باز کشتم	بسیارِ سخن زخود نبشتم
بانص وخبر ہمہ موافق	بااصل و فرع ہمہ مطابق
من روئے سخن نہ باتو دارم	بل بادل خویش دم برآرم
پیشت کہ مزارع یقینی	چو سُفرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ور نیز تمتعے بجوئے	نص است و خبر، زہرزہ گوئی
ایں عاریتی نہ جائے عار است	کہ اقوال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ایں سنبلہ ایست چند چیدہ	بردامنِ وقت، نورسیدہ
از خرمن ہائے اہل درداں	و ز مزرعِ پاک، نیک مرداں
دل کردہ بفکرِ نام قابل	ایں خوشۂ چند را سنابل
تاریخ کتابتش فتادہ	از نہ صد و شش و نہ نہادہ

یعنی یہ دو چار باتیں جنہیں میں نے تحریر کیا ہے انہیں دل کے گرداگرد نقش و نگار بنایا ہے اسے اپنے لئے کافی سمجھ رکھا ہے کہ گہری اندھیریوں کا چراغ ہے اور جب میں نے اُن خوشوں کو چن لیا تو اپنی جانب سے بھی کچھ لکھ دیا جو قرآن وحدیث کے موافق اور دین کے اصول اور فروع کے مطابق ہے۔ میرا خطاب تجھ سے نہیں ہے۔ یہ میں اپنے ہی دل سے بات کرر ہا ہوں بلکہ تیرے سامنے تو یقین کی کھیتیاں ہیں۔ جب میں دستر خوان بچھاؤں تو تو اس میں سے خوشوں کو چن اور اپنا فائدہ ڈھونڈھ کہ یہ سب قرآن وحدیث ہی کی باتیں ہیں بیہودہ چیزیں نہیں۔ ان میں سے لے لینا عار کی بات نہیں ہے اس لئے بڑے بڑے بزرگوں کی کہی ہوئی باتیں ہیں۔ یہ چند چنے ہوئے وہ خوشے ہیں جو وقت کے دامن پر ابھی نمودار ہوئے ہیں اور جن کو درد والوں کے انبار اور پاک مردوں کے پاک کھیتوں سے لیا ہے۔ دل نے غور وفکر کے بعد ان چند خوشوں کے مناسب، ان کا نام (سبع) سنابل رکھا ہے اور اس کتاب کا سال تصنیف سنہ ۹۶۹ ہجری ہے۔

فہرست کتاب سبع سنابل

چوتھا سنبلہ فقیروں کی بندگی اوران کے عمدہ اخلاق میں۔

پانچواں سنبلہ خوف وامید میں۔

چھٹا سنبلہ وحدت کی حقیقتوں اور معرفت ومحبت کے آثار میں۔

ساتواں سنبلہ مختلف فائدوں میں۔

پہلا سنبلہ عقیدوں اور مذہبوں میں

اے طالب صادق! یہ سمجھ لے کہ جو شخص کسی چیز کا طلب کرنے والا ہوتا ہے اس پر سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ اس چیز کی ماہیت اور حقیقت کو جانے تا کہ اس کی طلب اور رغبت اس چیز میں پوری پوری طرح ہو اور کسی شخص کو یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ صوفیوں کی راہ ورسم پر چلے جب تک کہ اُن کے عقیدوں اور اُن کے طریقوں کو نہ پہچانے اس لئے کہ بہت سے دعویداروں سے اہلِ حق کا حال پوشیدہ ظاہری اور باطنی ہے اور چلنے والوں کی زیادتی کی وجہ سے صوفیوں کا راستہ اور طریقہ بدعتوں اور گمراہیوں سے مل چکا ہے۔ پس اے حق کے طلب کرنے والے وہ علماء جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں ان کے تین گروہ ہیں۔ اول محدثین، دوم فقہاء اور سوم صوفیاء۔ ان میں سے علمائے حدیث نے قرآن شریف (کے مطالب) پر ملکہ پانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ظاہری قول وفعل میں اہتمام تام کو اختیار کیا اور (حق تو یہ ہے کہ) یہی چیز دین اور اسلام کی بنیاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر شریف، آیت ۷) جو رسول تمہیں دے اُسے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ پس وہ لوگ حدیث شریف کے سننے، اس کے نقل کرنے، اس کے لکھنے، صحیح کو ضعیف سے جدا کرنے، آحاد، متواتر اور مشہور حدیثوں میں فرق کرنے اور حدیثوں کو قرآن شریف کے مطابق کرنے میں مصروف رہے ہیں اس لئے کہ رسولِ خدا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: اِذَا رُوِیْتُمْ بِالْحَدِیْثِ فَھُوَ اِنْ کَانَ مُوَافِقاً بِالْقُرْآنِ فَاقْبَلُوْہُ وَاِلَّا فَرُدُّوْہُ یعنی جب تم سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اگر وہ قرآن کے موافق ہو قبول کرو ورنہ اُسے چھوڑ دو۔ تو دراصل یہی لوگ دین کے رکھوالے ہیں۔

اور فقہائے اسلام کے گروہ نے اصحابِ حدیث کے علموں کو پورا حاصل کرنے کے بعد ایک اور خصوصیت اور فضیلت حاصل کی کہ فقہ و حدیث میں اپنے فہم اور استنباط کی قوت اور گہری نظر سے دین کے احکام اور حدود میں ترتیب دی اور ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، مجمل و مفسّر، خاص و عام اور محکم و متشابہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔ پس یہ لوگ دین کے سردار اور شرع کے علمبردار ہیں کہ ان کا اجتہاد شریعت کے اصول میں سے ایک اصل ہے قرآن و حدیث کے مانند۔

اب رہا صوفیاء کا گروہ تو وہ ان دونوں گروہوں سے ان کے عقیدوں اور اُن کے علم کے ماننے میں اُن سے متفق ہے اور ان کے آثار و روایات میں کوئی اختلاف نہیں رکھتا مگر شرط یہ ہے کہ ان کے یہ معانی اور مطالب نفس کی پیروی سے

دور اور صحابہ کی پسروی پر موقوف ہوں چنانچہ وہ تمام احکام جن پر یہ دونوں گروہ ایک زبان ہیں صوفیوں کا گروہ بھی ان کے ساتھ ہے اور جن مسئلوں میں یہ دونوں گروہ اختلاف رکھتے ہیں گروہ صوفیاء نے ان میں سے بہتر اور برتر کو قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط(سورۃ الزمر شریف، آیت ۱۷،۱۸) پس میرے ان بندوں کو خوشخبری دیجئے جو بات کو سنتے ہیں پھر اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہیں سے وہ کہاوت چلی ہے کہ الطَّرِیْقَةُ هِیَ لُبَابُ الشَّرِیْعَةِ لَا هِیَ غَیْرُهَا ''یعنی طریقت باعتبارِ اصل شریعت ہی ہے نہ کہ اس کا غیر'' لیکن فرعی مسئلوں میں ان کے اختلاف کو برا بھی نہیں جانتے اس لئے کہ فرمایا ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ ''یعنی میری امت کا اختلاف بھی رحمت ہے۔ بعض لوگوں نے کسی صوفی سے پوچھا کہ وہ کون سے عالم ہیں جن کا اختلاف رحمت ہے۔ فرمایا: هُمُ الْمُعْتَصِمُوْنَ بِکِتَابِ اللّٰهِ تَعَالیٰ الْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ مُتَابَعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُقْتَدُوْنَ بِالصَّحَابَةِ۔ ''یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف کو مضبوطی سے تھامے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اور اصحاب رسول کی اقتدا کرتے ہیں'' لہٰذا دین کی فروعی باتوں میں اختلاف رحمت ہے اور اصول دین میں بدعت اور گمراہی۔

مثنوی

سہ آید اصلِ شرع اے مومن صاف کتاب و سنت و اجماعِ اسلاف
قیاسِ راسخون العلم برحق و باہر سہ اصل شرع مُلحق
تو گر بیروں روی زیں ہرسہ یک گام برافتادی زراہِ دین و اسلام

یعنی اے سچے دل سے ایمان لانے والے شریعت کے تین اصول ہیں۔ قرآن شریف، حدیث شریف اور متقدمین کا اجماع اور علم میں مہارت رکھنے والوں کا قیاس بھی ان تینوں سے ملا ہوا ہے تو تو اگر ان تینوں سے قدم باہر نکالے گا تو دین اور اسلام کے راستوں سے الگ جا پڑے گا۔ لہٰذا ہم پر فقہاء کے عقیدوں اور اُن کے طریقوں کے ذکر سے کتاب کا شروع کرنا ضروری ہوا کہ وہ ہمارے اعتقاد میں شریعت کے اصولوں میں سے ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت تہتّر فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں نجات پانے والا صرف ایک گروہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا اہلسنت و جماعت۔

یقین جان کہ یہ تینوں گروہ کہ اہلسنت و جماعت سے ہیں اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے اپنا کوئی شریک، کوئی ساتھی، کوئی ہمتا، کوئی مانند اور کوئی مثال نہیں رکھتا اس لیے کہ ان چیزوں کی سمائی تو واحد عددی میں

سمجھ میں آتی ہے اور واحد حقیقی ان میں سے کسی کی گنجائش ہی نہیں رکھتا اور وہ جسم بھی نہیں ہے اس لئے کہ جسم دو یا زیادہ چیزوں سے مل کر بنتا ہے اور نہ وہ جوہر ہے اس لئے کہ جوہر کسی نہ کسی چیز میں قرار ضرور پکڑتا ہے اور عرض بھی نہیں اس لئے کہ ایک عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتا اور عبارتیں اور اشارے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے بیان تک نہیں پہنچ سکتے اور فکریں اور نگاہیں اس کو پا نہیں سکتیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود زمانے اور مکان سے بھی سابق ہے اور وہ کیفیت و کمّیت سے پاک ہے کہ جو کچھ ان چیزوں میں سما سکتا ہے وہ واحد عددی ہوتا ہے نہ کہ واحد حقیقی۔ پھر علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح نہ جوہر ہیں اور نہ عرض۔

کشف و مراقبہ کے اماموں اور پیش رووں کے نزدیک ذات اور صفت دو مترادف الفاظ ہیں جن کے معنی ایک ہی ہیں اور طریقت کے سرداروں اور اسرارِ وحدت کے نگہبانوں نے جو کچھ نبوت کے طاق سے چنا اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تعریف سے دیکھا اور جانا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی (صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات یعنی) صفات ایک طرح اُسی کی ذات ہیں اور ایک طور پر اس کی ذات کی غیر، عین ذات تو اس لئے کہ وہاں کوئی دوسرا ایسا موجود ہی نہیں جو اس کا غیر بن سکے اور غیر ذات اس لئے کہ ان کے مفاہیم علی الاطلاق مختلف ہیں۔

اور حی و عالم، مرید و قادر ان ناموں میں سے ہیں کہ ان کے معنی ذات

قدیم کے ساتھ قائم اور ثابت ہیں اور اہل بصیرت کے نزدیک حقیقت اسماء ہی معنی قدیم ہیں اور یہ الفاظ اُن اسماء پر علامتیں۔ اور اس قسم کو صفاتِ ثبوتی کہتے ہیں اور یہ چاروں اسم الوہیت کے چار رکن ہیں اور مُعزّ، مُذل، محیی، مُمیت، مُعطی، مانع، ضارّ، اور نافع یہ سب نسبت سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس قسم کو صفات اضافی کہتے ہیں اور سلام، قدوس اور غنی یہ عیبوں، برائیوں اور احتیاج کے سلب کرنے کے لئے ہیں اور اس قسم کو صفاتِ سلبی کہتے ہیں اور تمام اسماء اور صفات کا مجموعہ انہیں تین میں منحصر ہے۔ ہاں صفاتِ اضافیہ سے ''اول و آخر اور ظاہر و باطن'' ان کے متعلق علماء نے فرمایا ہے کہ وہ اوّل ہے عینِ آخریت میں۔ آخر ہے عینِ اوّلیت میں۔ ظاہر ہے عینِ باطنیّت میں اور باطن ہے عینِ ظاہریت میں۔

اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ قرآن شریف میں جو چہرہ، ہاتھ، نفس اور سننے دیکھنے کے متعلق ارشاد ہوا ہے اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے لیکن نہ اس طرح کہ اس کی کوئی مثال دی جائے اور نہ یوں کہ اسے بیکار جانا جائے اور عرش پر مستوی ہونے کی صفت معلوم ہے مگر اس کی کیفیت نامعلوم اس پر ایمان لانا واجب ہے اور کُرید کرنا بدعت۔ رہی صفتِ نزول اس میں بھی علماء کا مذہب یہی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رب تبارک وتعالیٰ آدھی رات کے بعد آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر ارشاد فرماتا ہے کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اُسے دوں اور کیا ہے کوئی

دُعا کرنے والا کہ میں قبول کروں اور کیا ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اُسے بخشوں۔اس پر بھی اجماع ہے کہ قرآن خدائے تعالیٰ کا پیغام ہے اور خدا کا کلام قدیم ہے مخلوق نہیں۔ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔اور ہماری زبانوں پر پڑھا ہوا اور ہمارے دلوں میں محفوظ ہے مگر ان جگہوں پر کہیں سے نازل نہیں ہوا۔(محض قدرتِ خداوندی کا کرشمہ ہے)

اس پر بھی اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار سر کی آنکھوں سے جنت میں ہوگا معتزلی، زیدی اور خارجی اس مسئلہ میں ہمارے خلاف ہیں اور دیدار کے منکر۔اس پر بھی اجماع ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ، لوح و قلم، حوض وکوثر و پلصراط، شفاعت و میزان، حور اور جنت کے محلات، قبر کا عذاب اور منکر نکیر کا سوال اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے متعلق بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اُن کا زبان سے اقرار اور دل سے ماننا ضروری ہے۔

اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ جنت اور دوزخ باقی اور رہنے والی ہیں اور جنت والے ہمیشہ عیش و آرام میں رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں۔

اس پر بھی اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں کا بھی پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ ان کی ذاتوں کا۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت شریف، آیت ۹۶) ا ور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔لیکن کسب کرنے والا بندہ ہے۔اس پر بھی اجماع ہے کہ تمام مخلوق اپنی موت کے وقت

پر مرتی ہے اور فرمانبرداری، نافرمانی، ایمان لانا اور کفر اختیار کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے قضاء قدر سے ہے لیکن خدائے برتر و بزرگ بندوں کے کفر اور گناہگاری سے راضی نہیں۔ اور اس حقیقت کے بعد اللہ تعالیٰ پر کسی شخص کو کوئی حجت نہیں۔

علمائے اہل سنت نے ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز جائز قرار دی ہے خواہ صالح ہو خواہ فاسق (۱) نیکیوں کے سبب سے اہلسنت نے محض اپنی اٹکل سے کسی خاص شخص کو قطعی جنتی نہیں کہا اگرچہ وہ بہت زیادہ ہوں اور نہ کسی خاص شخص کی بدکاریوں کے باعث اس کو جہنمی قرار دیا اگرچہ بدکاریاں بکثرت ہوں۔ تمام اہلسنت اللہ تعالیٰ کی نازل فرمائی ہوئی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں کہ تمام نبی اور رسول دوسری مخلوق سے بہتر اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رسولوں اور نبیوں سے افضل و برتر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبری آپ پر ختم فرمائی ہے۔

---

(۱) البتہ فاسقِ معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ غنیّۃ شرح منیہ میں ہے۔ اِنَّھُمْ لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقًا یَاثِمُوْنَ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ کَرَاھَۃَ تَقْدِیْمِہٖ کَرَاھَۃَ تَحْرِیْمَۃٍ لِعَدَمِ اِعْتِنَائِہٖ بِاُمُوْرِ دِیْنِہٖ الخ ۔ یہی مضمون تبیین الحقائق ،طحطاوی علی مراقی الفلاح ،فتاوی الحجہ وغیرہا میں ہے۔ ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھ لیں اور اعادہ کریں کہ "اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد خلیل القادری عفی عنہ۔

اس پر بھی اہلسنت کا اجماع ہے کہ نبیوں کے بعد دوسری تمام مخلوق سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذی النورین اور ان کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور ان سب کے بعد وہ لوگ ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں باقی بچتے ہیں۔ان دسوں کو رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے جنت میں داخلے کی بشارت دی ہے اور بالیقین فرمایا کہ ابوبکر جنت میں ہیں، عمر فاروق جنت میں ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

شرحِ عقائد میں لکھا ہے کہ تین شخص اور ہیں جن کے جنتی ہونے اور ایمان پر خاتمہ ہونے کی یقینی خبر جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی ہے۔ ایک حضرت فاطمہ کو، اُن کو جنت کی عورتوں کی سردار کہا ہے۔دوسرے حضرتِ حسن، تیسرے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان دونوں کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے اور آداب المریدین کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بلاحساب جنت میں جائیں گے پس حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی انہیں میں کردیجئے۔ارشاد ہوا کردیا۔

اس پر بھی اجماع ہے کہ تمام پیغمبر علیہم السلام تمام فرشتوں سے بہتر ہیں اور

فرشتوں کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت ہے جس طرح پیغمبروں اور مسلمانوں میں باہمدگر۔ اس پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ کامل ایمان یہ ہے کہ آدمی زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضا سے عمل کرے لہٰذا جو شخص زبان سے اقرار نہ کرے وہ کافر۔ جو دل سے نہ مانے وہ منافق اور جو اعضائے بدن سے کام نہ لے وہ فاسق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا دل سے پہچاننا اور زبان سے (بلا وجہ) اقرار نہ کرنا دنیا میں مفید نہیں۔ ہاں وہ ایمان جو زبانی اقرار سے ثابت ہوتا ہے کسی زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا البتہ ہاتھ پیروں وغیرہ کے کاموں میں زیادتی اور نقصان پایا جاتا ہے اور دل سے تصدیق میں کمی نہیں زیادتی ضرور ہے۔

اس پر عمل اجماع ہے کہ مزدوری، تجارت اور صنعت مباح ہے جب کہ نیکی اور پرہیز گاری پر مدد کی خاطر ہو مگر شرط یہ ہے کہ روزی حاصل کرنے کی جگہوں کو ہی رزق کے حاصل کرنے کا سبب نہ جانے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ حلال کا حاصل کرنا فرض ہے اور دنیا حلال سے خالی بھی نہیں۔ نیز جس طرح حلال رزق ہے حرام بھی رزق ہے اور اس مسئلہ میں معتزلی ہمارے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حرام رزق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور اُسی کے لئے دشمنی ایمان کے بہترین کاموں میں سے ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اللہ والوں کی کرامتیں پیغمبروں کے وقت میں بھی ظاہر ہو سکتی ہیں اور دوسرے وقتوں میں بھی۔

جاننا چاہئے کہ مذہب اہلسنت و جماعت کے تمام علماء کہ محدثین، فقہاءاور صوفیاء ہیں۔ان تمام عقیدوں سے متفق ہیں جو ابھی مذکور ہوئے مگر اے سچے سنّی! تجھے بہت سی باتوں میں غیب پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتا۔اور فرشتے نہ تجھے محسوس ہیں نہ وہ تیری نظر میں سمائے ہوئے اور تمام نبیوں اور رسولوں نے پردہ فرمایا اور رحمت کی آرام گاہوں میں آرام کررہے ہیں اور آخرت کی تمام باتیں اور قیامت کی حالتیں آنے والی چیزیں ہیں لہٰذا تو ان سب پر بے دیکھے ایمان لا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے سکھانے اور بتلانے پر موقوف ہے۔

عقائد کاں رہ مردانِ سنی ست   ہمہ موقوف بر علمِ لدُنی ست

یعنی وہ عقیدے جو مسلمانانِ اہلسنت کی راہ ہیں سب علمِ لدنی پر موقوف ہیں۔

شریعتِ محمدی اور دینِ احمدی وہ بے عیب اور سیدھا راستہ ہے جس پر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس اور اپنی امت میں سے لاکھوں ولیوں، صالحوں، شہیدوں اور حق پسندوں کو لے کر چلے۔اُسے شکوک و شبہات کے خس وخاشاک اور کانٹوں سے پاک کیا۔اُس کی نشانیوں اور منزلوں کو مقرر اور واضح کیا۔ ہر قدم پر ایک نشان قائم کیا اور ہر سرائے میں توشۂ راہ رکھا اور ڈاکوؤں سے حفاظت کے لئے ایک قوی قافلہ سالار ہمراہ کیا۔تو اگر کوئی ہوس کا بندہ، دین میں نئی باتیں تراشنے والا، کسی دوسرے راستے پر بلائے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کی بات پر کان نہ دھریں اور سچے دین کی حمایت میں اس کو دھتکار دینا

اپنے فرائض میں شمار کریں۔

آخر یہ اہلِ بدعت وضلالت وہی تو فرقہ ہے جو اپنے آپ کو اسلام کے لباس میں محض دھوکہ دہی کی خاطر ظاہر کرتا ہے اور اپنے خراب عقیدوں کو سینے میں چھپائے رکھتا ہے اور ظاہر میں مسلمانوں میں گھلا ملا رہتا ہے اور خود کو حق آگاہ عالموں کی صورت میں ظاہر کرتا ہے اور جب موقع پاتا ہے ایمانی عقیدوں کو بگاڑنے اور اسلامی ستونوں کو ڈھانے کے لئے نئی بنیاد قائم کرتا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کے پاک دلوں کو فطری پاکی سے پھیر دیتا ہے۔ خود کو اسلامی سپر کے پردہ میں چھپاتا اور مخلوقِ خدا کی نظروں سے چھپ کر لوگوں کو بدعت اور گمراہی کی جانب بلاتا ہے اور یہ اسلام کے سادہ دل مسلمان جو نیک اور بد اور سنّت و بدعت کو نہیں پہچانتے، ان کی فصاحت بھری عبارتوں اور بلاغت سے پُر کلموں پر بھول کر دین کے دشمن اور شیطان کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ اور جب علمائے دین اور بزرگانِ اسلام کے علم کی روشنی سے ان کی گمراہی کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں تو لامحالہ یہ لوگ اہلِ شریعت کو اپنا دشمن بنا لیتے ہیں اور اللہ والے علماء جو حقیقۃً اسلام کے ستارے ہیں، لوگوں کو ان انسانی شیطانوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان کے نورانی سانس شہابِ ثاقب کی طرح شریعت کے اُن اُچکّوں کو چاروں طرف ہانک دیتے ہیں اور اُن کو پتھراؤ اور سنگ اندازی سے متفرق کر دیتے ہیں۔

پس اے بھائیو! خوب جان لو کہ سنت کے بھیدوں کی گہرائیوں کو جاننا اور

بدعت کے نشانوں کی اندرونی باتوں کو معلوم کرنا ممکن ہی نہیں جب تک ایمان اور اسلام کی روشنی اور محبت و تعظیم کی رہبری میسّر نہ ہو۔ اور ان کا سمجھ لینا عقل کے احاطہ سے باہر ہے اس لئے کہ عقل تو صرف دنیائے حکمت میں اُلٹ پھیر کرسکتی ہے کارخانۂ قدرت میں اُسے ہرگز ہرگز کوئی دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عقل جب قدرت کے کارخانوں کی کوئی بات سنتی ہے تو یا تو اس کے محال ہونے کا حکم لگا دیتی ہے اور کہتی ہے کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئے وہ قدرت کے تحت میں بھی نہیں یا اُس کو ظاہر سے پھیر دینے اور بدل دینے میں جلدی کرتی ہے کہ فلاں اشارہ سے یہ چیز مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهِ ط (سورۃ المائدہ شریف، آیت ۱۳) ''اللہ کی باتوں کو اُن کے ٹھکانوں سے ہٹا دیتے ہیں اور بھُلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں'' تو زمانے کے ان عاقلوں کی شکایت فضول ہے اور اگر عقل اپنی حدود میں رہتی اور قدرت کے کارخانوں کے مقابلے میں اپنی عاجزی کا اقرار کرتی تو غلطی میں کبھی نہ پڑتی۔

فصل:۔ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے مذہبِ اہلسنت و جماعت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: وَ تُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ وَتُحِبُّ الْخَتَنَيْنِ وَ تَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ۔ یعنی مذہب اہل سنت یہ ہے کہ تم حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فضیلت دو اور حضرت

عثمان غنی اور مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرو اور موزوں پر مسح کو جائز جانو ۔'' اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولائے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ فضیلت میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اگرچہ کم ہیں مگر خود اُن میں کوئی نقصان اور کمی نہیں اور شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت خَتنین یعنی حضرت عثمان غنی اور مولائے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت کے برابر ہے اس میں کوئی فرق اور کجی نہیں ۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس مسئلہ کو عنقریب ہی صاف صاف بیان کریں گے۔

محبت بااین ہر چہارت نکو زتفصیل شیخین کارت نکو

محبت بہر چارگر استوار ولے فضل شیخین مُفرط شمار

ورت فضل شیخین در دل کم ست بنائے تو در رفض مستحکم ست

یعنی ان چاروں ہی سے محبت کرنا بھلائی ہے اور شیخین کو فضیلت دینے میں تیرے انجام کی بہتری ۔ ان چاروں سے سچی محبت رکھ لیکن شیخین کی فضیلت زیادہ مان ۔ اور اگر تیرے دل میں شیخین سے محبت کم ہے تو سمجھ لے کہ تیری بنیاد رفض میں مضبوط ہوتی چلی جارہی ہے ۔ جملہ صحابہٗ کرام تابعین تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا اسی پر اجماع ہے اور یہی اجماع متقدمین و متاخرین اگلوں اور پچھلوں کی

کتابوں میں لکھا ہوا اور شائع ہوا ہے۔ فردوسی نے شاہنامے میں کہا ہے۔

مثنوی

بگفتار پیغمبریے راہ جوئے   دل از تیرگیہا بدیں آب شوئے

چہ گفت آں خداوند تنزیل و وحی   خداوند امر و خداوند نہی

کہ خورشید بعد از رسولانِ مہ   نتابید بر کس ز بوبکر بہ

عمر کرد اسلام را آشکار   بآر است گیتی چو باغ و بہار

پس از ہردو آں بود عثمان گزیں   خداوند شرم و خداوندِ دیں

چہارم علی بود جفت بتول   کہ اورا بخوبی ستاید رسول

کہ من شہرِ علمم علیّم در است   درست ایں سخن قولِ پیغمبر است

''یعنی پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حدیث سے راستہ ڈھونڈو اور دل کی تاریکیاں اس پانی سے دھوڈالو کہ اس صاحب قرآن و وحی اور مالکِ امر و نہی نے فرمایا ہے کہ تمام رسولوں کے بعد آفتاب کسی ایسے شخص پر نہ چمکا جو ابو بکر سے بہتر ہو اور عمر فاروق نے اسلام کو رونق دی اور اس عالم اسلام کو باغ و بہار کی طرح سجایا۔ ان دو کے بعد عثمانِ غنی ہیں جن کا شرم اور دین میں خاصا حصہ ہے اور چوتھے حضرت علی ہیں جو فاطمۃ الزہراء کے شوہر ہیں اور جن کی تعریف جناب رسولِ خدا نے یوں فرمائی ہے۔ میں علم کا شہر ہوں علی اس کے دروازے اور پیغمبر خدا کا یہ فرمانا

صحیح روایت سے ثابت ہے۔'' اسی مضمون کو مخدوم شیخ سعدی نے یوں فرمایا ہے کہ

نخستیں ابوبکر پیر مرید عمر پنجہ بر پیچ دیو مَرید

خرد مند عثماں ، شب زندہ دار چہارم علی شاہ دُلدل سوار

یعنی اول مرتبہ حضرت ابوبکر کا ہے جو بزرگ اور رسولِ خدا کے خاص فرمانبردار ہیں اور عمر فاروق سرکش دیووں کے جالوں کے لئے پنجہ ہیں اور عثمانِ غنی راتوں کو جاگنے والے ہیں اور حضرت علی بادشاہ دُلدُل سوار ہیں'' مخدوم قاضی شہاب الدین نے ''تیسیر الاحکام'' میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق پیغمبروں کے بعد تمام ولیوں سے بہتر ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور وہ بھی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہ پہنچے اور ان کے بعد امیر المومنین عمر بن الخطاب ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جو شخص حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ' کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص کہ انہیں حضرت امیر المومنین ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے یہاں تک کہ تیسیر الاحکام کی بعینہ عبارت فارسی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مَافَاقَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُقِّرَ فِیْ قَلْبِہٖ یعنی ابوبکر نماز اور

روزوں پر کثرت کی وجہ سے سبقت نہیں لے گئے لیکن اس چیز کی وجہ سے جواُن کے دل میں ڈال دی گئی ہے۔'' اور اسی لئے اُن سے وہ باتیں ظاہر ہوئیں جو کسی دوسرے سے ظاہر نہ ہوئیں چنانچہ ہم اُن کے بعض حالات بیان کرتے ہیں۔

اول یہ کہ ایک روز رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے اصحاب کے ساتھ مکے میں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ عنقریب ہجرت ہوگی لیکن ایسے وقت میں کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایک روز آدھی رات کو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ خدا کا ارشاد ہے کہ مکہ سے ہجرت کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اور چل دئے، جب دروازے پر پہنچے دیکھا کہ ابوبکر موجود ہیں۔ فرمایا اے ابوبکر تمہیں کس نے خبر دی، عرض کیا کہ یارسول اللہ اس روز آپ نے فرمایا تھا کہ ہجرت ایسے وقت میں ہوگی کہ کسی کو پتہ نہ چلے گا اُسی روز سے اپنے گھر نہیں سویا ہوں اور تمام رات حضور کے درِ دولت پر حاضر رہتا ہوں'' پس یہ تپاک اور جاں سوزی اُسی شئ عظیم کی نشانیوں میں ہے جس کو ابوبکر صدیق کے دل میں کافی مقدار میں رکھا گیا تھا اور یہ حالت کسی اور سے ظاہر نہ ہوئی۔

اسی طرح ایک مرتبہ جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ شریف میں تشریف فرما تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً ط (سورۃ المائدہ شریف، آیت ۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین

کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ تمام اصحاب اس کو سن کر بہت زیادہ خوش اور مسرور ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی معرفت اور توحید کو پورا کیا اور ہمارے دین پر کہ اسلام ہے راضی ہوا۔'' سب خوش تھے اور شکر ادا کر رہے تھے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و قطار رونے میں مصروف۔ جب اُن سے اس رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے اس آیت سے فراقِ یار کی بو آتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمارے دین کو کامل اور نعمت کو تمام کرنے کی خاطر بھیجا تھا اور سب ہمارے دین کو کامل کر دیا اور معرفت اور توحید کی نعمت ہمیں عطا فرما دی تو اب اللہ تعالیٰ انہیں ہم میں نہ رکھے گا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

اور یہ دانائی و فراست بھی اُسی امرِ عظیم کے آثار سے تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں راسخ فرمائی گئی تھی کہ یہ حال کسی اور سے ظاہر نہ ہوا۔ اور چند روز کے بعد جب جناب رسولِ خدا علیہ السلام والتحیۃ نے پردہ فرمایا تو تمام اصحاب کو ایسا غم و افسوس ہوا کہ اپنی زندگی اُن کو دوبھر معلوم ہونے لگی اور جمال جہاں آرائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر اُن کو جینا اچھا معلوم نہ ہوا اور اپنے اپنے غم رسیدہ دل اور بہتی آنکھیں لے کر گوشہ نشین ہو گئے اور دنیا کی طرف سے اپنے دروازوں کو بند کر لیا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قسم کھائی کہ جو شخص میرے سامنے یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے وفات پائی، میں اُسے جان سے مار دوں گا۔ تیس ہزار اصحاب تشریف رکھتے ہیں مگر کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے متعلق کچھ کہے مگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر پر تشریف لے جاتے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اُس کے بعد فرمایا کہ مَنْ کَانَ مِنکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ مِنکُمْ یَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ حَیٌّ لَمْ یَمُت۔ یعنی تم میں جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی لیکن جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی بندگی کرتا تھا تو بے شک ربِّ محمد جلّ وعلا زندہ ہے اور وہ فوت نہیں ہوگا۔'' یہ بھی وہ چیز ہے جس کا اظہار دوسرے اصحاب نہ کر سکے۔

نیز آپ نے مرتدین سے یہاں تک جہاد کیا کہ اسلام محفوظ ہوگیا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب مخالفین اسلام نے یہ دیکھا کہ تمامی صحابہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے غم وحسرت میں مبتلا ہیں اور کسی دوسرے کام میں مشغول نہیں تو سب نے جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ اصحاب کی طرف بڑھ کر حملہ کریں اور دینِ محمدی کے احکام کو زیروزبر کردیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے دوستو! رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کی مصیبت تو ہم میں از سرتا پا سما چکی ہے کہ ہمیں بغیر آپ کے زندگانی نہیں بھاتی

لیکن جب تک ہماری زندگی ہے ہم نہ مرسکیں گے۔ اور اس مصیبت کو ہم قبر میں لے جائیں گے۔ ہماری جان ہمارا گھر اور ہمارا مال و متاع دینِ محمد پر قربان ہو اس وقت مخالفینِ اسلام نے بالاتفاق یہ ٹھانی ہے کہ دینِ اسلام کے احکام کو منتشر بلکہ معدوم کردیں۔ اگر ہم نے اس کام میں تن آسانی اور بے توجہی برتی تو کل قیامت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو منہ کیسے دکھائیں گے اور حق تعالیٰ کے قہر وعتاب کو کیا جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ (سورۃ آل عمران شریف، آیت ۱۴۴) اور نہیں ہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) مگر رسول ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے تو اگر وہ وفات پائیں یا شہید کردیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔'' مرد بنو اور مردوں کی طرح سامنے نکلو اور دین اسلام کی حفاظت میں چستی اور پھرتی دکھلاؤ۔ آپ کے اس فرمان پر تمام صحابہ مستعد ہوگئے اور سب بیک دم مخالفین پر ٹوٹ پڑے اور مرتدین کو واصلِ جہنم کیا۔ القصّہ دینِ اسلام کی محافظت کا شرف سب سے پہلے آپ ہی کو نصیب ہوا۔

اور یہ بھی اُسی امرِ عظیم کی نشانیوں میں سے ہے جسے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ مبارک میں ثابت فرمادیا گیا تھا اور آپ کا یہ احسان اور اس کا شکریہ قیامت تک اس امت کے مسلمانوں پر باقی رہے گا۔

روایت ہے کہ جس روز آپ نے اپنا تمام سامان اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستہ میں قربان کر دیا تھا۔ آپ ایک سبز کمبل اوڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا'' آگے بڑھو'' آپ آگے بڑھ گئے ، پھر ارشاد فرمایا'' اور آگے بڑھو'' آپ اور آگے بڑھ گئے۔ اسی طرح حضور یہ کلمہ بار بار ارشاد فرماتے رہے اور آپ ہر مرتبہ بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ کا زانو حضورِ انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہو گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ''ابوبکر میرے اور تمہارے درمیان صرف اتنا ہی فرق ہے کہ میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

اور یہ بھی اُسی امرِ عظیم کے نشانوں میں سے ہے جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک دل میں پیدا کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صدیق اکبر کو یہ تمام مرتبے اس لئے ملے ہیں کہ وہ رضائے الٰہی میں اسی ہزار دینار خرچ کر چکے ہیں۔ اگر ہم بھی اتنے ہی دینار صدقہ کر دیں تو اس درجہ تک پہنچ جائیں گے آپ نے ارشاد فرمایا ''نہیں'' پھر یہ حدیث فرمائی کہ ''لَوْ اُتِزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ جَمِیْعِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ یعنی اگر ابوبکر کا ایمان میری امت کے ساتھ تولا جائے تو البتہ ابوبکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے۔'' اور یہ بھی اُسی امرِ عظیم کے آثار سے ہے جو آپ کے دل میں جما دیا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر حضور نے آپ سے دریافت فرمایا کہ'' اپنے بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے''

جواب دیا'' اللہ اور اس کا رسول'' اتنے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام سبز کمبل اوڑھے ہوئے حاضر خدمت آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمانِ خدا ہے کہ ابوبکر سے پوچھئے کیا میں تنہا پسند نہ تھا کہ میرے نام کے ساتھ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نام بھی ملالیا'' تمام پاکی اللہ ہی کو زیبا ہے۔ ہم اس کی حمد بکثرت بیان کرتے ہیں۔ یہ کون سی منزل ہے اور کیا رتبہ اور قربت ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کا نام لینے پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے غیرت فرماتا ہے، عقل وخرد یہیں پر طاقتِ پرواز کھو بیٹھتی ہے اور اس بندۂ عاجز کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اس عتاب کا راز یہ ہو کہ اے ابوبکر تمہاری معرفت کا قدم اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ رسول کو ہم سے جدا نہیں دیکھتے اس لئے کہ وہ فنافی اللہ ہیں اور ہم اُن میں جلوہ فرما۔ پس علیٰحدہ ذکر کیوں کیا؟ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلام ہے اور جب حق نے تجلی فرمائی تو (اب خدا سے جدا) محمد کہاں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

یہ بھی بات دل کو بھاتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب دیا وہ اہل وعیال کے مرتبہ کے اعتبار سے تھا نہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دریافت فرمایا تھا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا۔ ہاں اگر یہ فرماتے کہ اپنے نفس کے لئے کیا چھوڑا اس وقت اپنے معرفت کے مقام سے جواب دیتے اور کہتے کہ صرف خدا۔

یعنی دگراز پردہ بروں آوردی　　بس بوالعجبیہا کہ پسِ پردۂ تست

کاش کوئی اور منظر بھی اس پردہ سے ظاہر ہو کہ سرا پردۂ قدرت میں ہزار حیرت زدہ مناظر موجود ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبریل (علیہ السلام) کو سبز کمبل اوڑھے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ بھائی جبریل یہ لباس تو خاک پر بسنے والوں ہی کا خاصہ ہے تمہارا اس سے کیا واسطہ؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ آج ایک خاکی کی موافقت میں تمام آسمانی روحانیوں، اور حظیرۂ قدس کے تمام فرشتوں کو اس لباس سے مشرف فرمایا گیا ہے۔ سُبحان اللہ۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے خدا میری آرزو یہ ہے کہ گدڑی پہنوں ۔ارشاد ہوا ہمارے دوستوں کے لباس کی آرزو کررہے ہو کیا تحفہ لائے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو کچھ تھا فقیروں کو بانٹ دیا۔ پھر گلیم کو اوڑھا اُس وقت کسی فرشتہ نے کلیم اللہ کی موافقت میں گلیم نہ اوڑھی۔ اس وقت تمہاری سمجھ کیا بتلائے گی جب کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے دوستوں کے لباس کی تمنا کررہے ہو؟ یہی نا کہ ابوبکر بھی اس کے انہیں دوستوں میں سے ہیں کہ جن کے لباس کی آرزو موسیٰ علیہ السلام نے کی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے دوست گلیم پوش ہیں فرشتوں نے کسی کی موافقت میں کمبل نہ اوڑھا۔ پس اس اعتبار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے تمام دوستوں پر سبقت لے گئے۔ اے دوست یہ ہرگز نہ سمجھ بیٹھنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضیلت میں حضرت موسیٰ علیہ

السلام پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مساکین کے گروہ کے ساتھ صحبت کی تمنا کی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ ''اے اللہ مجھے مسکین کی زندگی دے۔ مجھے وفات کے وقت مسکین رکھ اور میرا حشر مسکینوں کے گروہ میں فرما'' حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد ہوا: اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِباً کُنْ لَهٗ خَادِماً اے داؤد جب تم کوئی ہمارا چاہنے والا دیکھو اس کی خدمت اختیار کرو'' اور اس جگہ نہ مسکینوں کے گروہ کی فضیلت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ثابت ہوتی ہے اور نہ سچے چاہنے والوں کا فضل حضرت داؤد علیہ السلام پر ثابت ہوتا ہے۔ اگر اسرار کی یہ گہرائیاں اور لطائف کی یہ باریکیاں تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اعتراض میں جلدی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (سورۃ النساء شریف، آیت ۱۳۶) اے مسلمانو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اس جگہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر ایمان سے اوپر ایک ایمان اور ہے اور ہر اسلام سے بالا ایک اور اسلام۔ پس ایمان وہ بلند عمارت ہے کہ اس کے زینہ میں بے شمار سیڑھیاں ہیں اور اسلام وہ عالی شان محل ہے کہ جس کی سیڑھی میں بے شمار پائیدان ہیں۔

پایہ بسیار سوئے بام بلند تو بیک پایہ چوں شدی خرسند

بالا خانہ کی طرف تو سینکڑوں درجے ہیں تجھے ایک پایہ ملا ہے تو تو خوش ہے (یہ کیوں)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ" فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورۃ یوسف شریف، آیت ۷٦) ہر جاننے والے پر ایک اور جاننے والا ہے" یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روز پوچھتے تھے کہ" یارسول اللہ ایمان کیا چیز ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو ان کے درجے سے بڑھ کر ایمان بتلادیا کرتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ خود کو اسی درجہ پر پہنچادیتے اور پھر سوال کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے ایمان کے مقام سے بڑھ کر دوسرا مقام بتادیتے اور اسی طرح روزانہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایمان بڑھتا رہا اور اس مرتبہ پر پہنچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا کہ اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمانوں کے ساتھ تولا جائے تو البتہ ان کا ایمان وزنی ٹھہرے، اور اس جنس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی وجہیں ہیں۔ کہاں تک لکھوں اور میں ہوں کون کہ اس جگہ کوئی دخل دوں اب مذہب اہل سنت و جماعت کو بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عثمان غنی اور حضرت مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام اصحاب پر فضیلت حاصل ہے۔ ایک روز جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرہے تھے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا یارسول اللہ یہ عمر ہیں جو تشریف لا رہے ہیں ارشاد فرمایا "ہاں" پھر فرمایا بھائی جبریل عمر کو آسمان والے بھی پہچانتے ہیں؟ حضرت جبریل نے عرض کیا یارسول اللہ اُس خدائے برتر کی قسم جس نے آپ کو ہدایتِ مخلوق کے لئے مبعوث فرمایا عمر آسمان پر زیادہ مشہور ہیں بمقابلہ زمین کے۔ ارشاد فرمایا کہ عمر کے کچھ فضائل بیان کرو عرض کیا یارسول اللہ" اگر میں نوح علیہ السلام کی عمر لیکر آپ کے روبرو عمر فاروق کے فضائل بیان کرنا چاہوں تو پورے بیان نہ کرسکوں گا" اور جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس مبارک میں تشریف لے آئے، تو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر اگر میں مبعوث نہ فرمایا گیا ہوتا تو البتہ تم پیغمبر ہوتے۔" مگر ان تمام فضائل کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ یہیں سے یہ بات سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں نہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سا مرشد ہُو یدا ہوا اور نہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مرید ظاہر۔

اے عزیز اگرچہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرات ختنین (حضرت عثمان غنی و مولیٰ علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کمال فضیلت اور زیادتی و فوقیت کا اعتقاد رکھنا چاہئے مگر نہ اس طرح کہ ختنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کمال فضائل میں کوئی قصور اور نقصان کا خطرہ بھی تیرے دل میں سمانے پائے بلکہ ان کے اور تمام اصحاب کے

فضائل بشری عقلوں اور انسانی فطروں سے بہت بلند و بالا ہیں اس لئے کہ ان میں
سے ہر ایک کے فضائل اس قدر ہیں کہ اگر جبریل امین حضرت نوح علیہ السلام کی عمر
لے کر بیان کرنا چاہیں تو پورا نہ کر سکیں گے۔ تو اپنی پھسپھسی عقل اور تاریک دل کے
ساتھ یہاں کیا دخل دے سکتا ہے اپنی حد پر ٹھہرنا چاہیئے تا کہ تو اپنے ایمان کو نہ کھو
بیٹھے میں جانتا ہوں کہ یہ بات سننے والوں کے قبولیت والے کان میں نہ آئے گی
یعنی یہ کہ ایک کو کمال و فضل میں دوسرے پر بالا و تر سمجھنا اور اس دوسرے کو کہ جس پر
فضیلت دی گئی ہے کم تر اور ناقص نہ جاننا کیونکر ہوسکتا ہے اے عزیز ایک سماعت کے
لئے وَاَلْقَى السَّمعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (اس نے کان ٹھیک دیئے اور حال یہ ہے کہ
اس کا دل بھی حاضر ہے) کے مقام پر حاضر آ تا کہ ایک مثال پیش کروں مثلاً آفتاب
کہ چوتھے آسمان پر ہے اور چھوٹا نظر آتا ہے اور اس کی چوڑائی، لمبائی اور گہرائی کو
عقل سے متعین اور مقدر نہیں کیا جا سکتا اور اگر اس فراخی و وسعت کا تجھے علم
ہو جائے تو اضطرار و حیرت میں ڈوب جائے اور اس کی مقدار کا اندازہ نہ کر سکے۔
اے عزیز مشرق و مغرب کا درمیانی فاصلہ جتنا ہے اس سے ایک سو ساٹھ گنا مسافت،
سورج کی وسعت و فراخی کی ہے۔ تو اسے اپنی عقل سے معین و مقدر کر لینا دشوار
مرحلہ ہے (بس اتنا سمجھ لو)۔ سورج کی تیز رفتاری کا عالم یہ ہے کہ آنکھ جھپکتے ہزاروں
میل طے کر لیتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبریل (علیہ السلام) رسولِ
خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ

جبریل ظہر کی نماز کا وقت ہوا یا نہیں۔ جبریل نے عرض کیا "نہیں ہوا۔ ہو گیا" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کیونکر؟ عرض کیا یارسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والتسلیم) جس وقت آپ نے دریافت کیا تھا وقتِ ظہر نہ ہوا تھا اور جب میں نے عرض کیا کہ نہیں ہوا تو اتنی ہی دیر میں سورج ہزاروں میل آسمان پر طے کر گیا اور ظہر کا وقت ہو گیا۔ لہٰذا آفتاب کی وُسعت کی مقدار معلوم کرنا اور اس کی سیر کی تیزی کی کیفیت جاننا نقل صحیح ہی سے معلوم ہو سکتی ہے نہ کہ عقلِ فصیح سے۔

یہی حال ہے خلفائے راشدین کے فضائل کا کہ بے وقوف اس میں اپنی عقل اور فکر سے کلام کرتے ہیں اور اگر اس کی حقیقت اور ماہیت معلوم کر لیں تو متحیر اور پریشان رہ جائیں اور اُن کو متعین اور مقرر نہ کر سکیں۔ اب آفتاب کی وسعت آسمان کی وسعت کے مقابلہ میں قیاس کرو کہ کیا ہو گی۔ آفتاب آسمان میں ایسے ہی گردش کرتا ہے جس طرح سمندر میں کشتی چلتی ہے اور پہلے آسمان کی وسعت دوسرے آسمان کی وسعت کے مقابلہ میں مختصر ہے اور ایسے ہی دوسرا آسمان تیسرے آسمان کے مقابلہ میں اور اسی قیاس پر ساتویں آسمان تک۔ یہ بھی یاد رکھو کہ زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اسی قدر ہے پھر یہ ساتوں آسمان، ساتوں زمینوں کے ساتھ مل کر کُرسی کی وسعت کے مقابلہ میں ایسے ہی جیسے گنبد کے مقابلہ میں ڈھال۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ط (سورۃ البقرہ شریف، آیت ۲۵۵) اس

کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے'' پھر کرسی کی فراخی عرشِ اعظم کی فراخی کے ساتھ یہی حکم رکھتی ہے۔ پھر عرش اعظم کی نسبت خلفائے راشدین کے دلوں کی وسعت کے ساتھ۔ (کس کے وہم وگمان میں آسکتی ہے۔ بس) اس میں مختصر سی بات یہ ہے کہ عرش اعظم اس جیسے سو اور عرش بلکہ جو کچھ ان میں ہے اگر یہ خلفائے عارفین کے دل میں گزر کریں، ان کو خبر بھی نہ ہو۔ اَللّٰہُ اَکۡبرُ کَبِیراً ۔ اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

غرض جبریل علیہ السلام نے اسی بنا پر یہ بات کہی تھی کہ اگر میں ان دلوں کے فضائل کو عمر نوح علیہ السلام لے کر بیان کرنا چاہوں تو بیان نہ کرسکوں گا اس لئے کہ یہ دل وہ دل ہیں کہ عرش اعظم کی عظمت اور وسیع ترین کرسی کی وسعت ان دلوں کی عظمت و وسعت کے مقابلہ میں اپنا بستر سمیٹتی رہے اور جب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ (سورۃ یوسف شریف، آیت ۷۶) (ہر جاننے والے پر ایک اور عالم ہے) کے مقتضاء پر ان دلوں میں سے ایک کے فضل اور فوقیت کا دوسرے پر حکم کیا تو ان دلوں میں جن پر فضیلت کا حکم کیا گیا ہے۔ کیا کمی اور نقصان ہوسکتا ہے کہ تو اس کو جانے۔ اس لئے کہ یہ دل عرش سے زیادہ عظمت اور کرسی سے زیادہ وسعت والے ہیں۔ اسی وجہ سے علماء نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ شیخین کی فضیلت تو ختنین پر زیادہ ہے مگر نہ اس طرح کہ ختنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں کوئی کمی یا نقص لاحق ہو۔ القصہ یہ وہ اسرار ہیں جن کو مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے حاصل کیا اور پھر اُن کو اپنے اصحاب پر کشف فرمایا۔ اور یہ وہ احکام ہیں جنہیں اصحاب کے دلوں میں امانت کے طور پر رکھا اور تمامی اصحاب نے خواہ خلفائے راشدین ہوں یا اہلبیت سے ہوں یا اور ان کے علاوہ، ان اسرار واحکام پر اتفاق کیا اور یہ بیانِ دین میں اس قدر ٹھوس ہے اگر ان حکموں میں سے ایک حکم یا ان بھیدوں میں سے ایک بھید صحیح طور پر تجھ تک پہنچے تو تجھے چاہئے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے اور کمی یا زیادتی کا ایک ذرہ بھی اس میں روا، نہ جانے۔

ماعقائد جمیل تر گفتیم دُرِ دریائے معرفت سُفتیم

گر تو غواص بحرِ عرفانی قدرِ دُر یگانہ خود دانی

یعنی ہم نے بہترین عقیدے بیان کردیئے اور دریائے معرفت کے موتی چُن دیئے ہیں۔ اگر تو معرفت الٰہی کے دریا میں غوطہ زن ہے تو خود ہی ان لاجواب موتیوں کی قدر جان لے گا۔

اے عزیز! صحابہ کے دلوں کی کشادگی اور ان کے سینوں کی فراخی ہر آن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوتی رہی یہاں تک کہ ان کے سچائی اور خلوص سے بھرے ہوئے دل رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ مبارک کے آفتاب کے مقابلہ میں آگئے اور ہر گھڑی ہر ساعت اُن پر دینی

انوار اور یقینی اسرار کا اس قدر فیضان ہوتا رہا کہ تحریر وتقریر میں نہیں آسکتا اور وہ حدیث جو مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے عوارف میں نقل کی ہے کہ مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئاً اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں کوئی چیز القاء نہ فرمائی مگر میں نے وہ ابوبکر کے دل میں ڈال دی"۔ وہ تمام اصحاب کے حق میں ہے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خصوصیت سے ذکر فرمانا ان کے مزید فضل وشرف کی وجہ سے ہے اور ایسے ہی وہ حدیث کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔اس میں علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ذکر ان کے مزید فضل وشرف کی وجہ سے ہے ورنہ تمام صحابہ اس شہر کے دروازے ہیں اس لئے کہ دین کے تمام علوم امت کے جملہ علماء کو انہیں دروازوں سے پہنچے ہیں۔اور وہ جو رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یَا اَبَابَکْرٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ فَرْقٌ اِلَّا اِنِّیْ بُعِثْتُ ۔اے ابوبکر مجھ میں اور تم میں صرف یہی فرق ہے کہ میں مبعوث فرمایا گیا ہوں"اور وہ ارشاد کہ یَا عُمَرُ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ ۔اے عمر اگر میں مبعوث نہ فرمایا گیا ہوتا تو تم پیغمبر ہوتے"۔یہ بھی تمام اصحاب،تابعین، تبع تابعین اور امت کے تمام علماء کے حق میں وارد ہے۔اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ"عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ "یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"نیز حضور نے خاص کر حضرت ابوحنیفہ کوفی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ نَبِیّاً وَھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ وَھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ وَھُوَسِرَاجُ اُمَّتِیْ ''۔ اگر میں مبعوث نہ فرمایا گیا ہوتا تو نعمان بن ثابت کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہوتا اور وہ میری امت کے چراغ ہیں۔ میری امت کے شمع ہیں۔ میری امت کے مشعل ہیں''

پس جب کہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے۔ اور علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں۔ ارے ہماری عزت و آبرو تو علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام پر قربان، اور ہماری جان اور دل علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قدموں پر نثار، وہ کون سا ازلی بد بخت ہے جس کے دل میں علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محبت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا وہ کوئی راندہ ہوا ہوگا جو علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی توہین روا رکھے گا مگر تفضیلیوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہے کہ مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ محبت کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ انہیں شیخین پر فضیلت دی جائے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت جب خود علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کو اپنے اوپر روا رکھا اور ان کی اقتداء کی اور ان کے زمانۂ خلافت میں ان کے حکموں پر عمل کیا تو اب محبت کی شرط یہ ہے کہ

راہ وروش میں ان سے موافقت رکھے۔نہ یہ کہ مخالفت برتے۔

مگر یہ تفضیلیے تو یہ سمجھتے ہیں کہ علی مرتضٰی اور تمام صحابہ نے حق پوشی اختیار کی یا سچی بات کہنے سے خاموش ہو بیٹھے یا شیخین اور عثمان ذوالنورین زبردستی مسندِ خلافت پر بیٹھ گئے اور خیانت برتی۔انہیں نہ خلافت کا کوئی حق پہنچتا تھا اور نہ اس پیش قدمی کا حالانکہ یہ چیز خود ان سے محال محض ہے واللہ قسم ہے کہ ان سے ذرہ بھر بھی زبردستی اور حق پوشی صادر نہ ہوئی اور رائی برابر بھی کوئی فرق یا حق سے تجاوز ان سے رونما نہ ہوا اس لئے کہ اگر ان میں ایک رائی بھی فرق یا حق سے تجاوز پایا جاتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز قرآن شریف کی آیتوں میں ان کی تعریف نہ فرماتا اور ان میں ایک بھی اگر ذرہ برابر عہد شکنی برتتا تو مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امت کی ہدایت، اصحاب کی اقتداء پر مقرر نہ فرماتے وہ رسول کہ خدائے برگزیدہ نے اپنی ربوبیت ان کی محبت پر ظاہر فرمائی اور یہ اٹھارہ ہزار عالم انہیں کے طفیل میں پیدا فرمایا اور ان کو تمام نبیوں سے افضل بنایا وہ اپنے اصحاب کے متعلق خبر دیتے ہیں کہ ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔'' میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کروگے راہ پاؤگے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دین اور اسلام کے مناقب یوں بیان فرمائے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ط (سورۃ المائدہ شریف، آیت ۳) یعنی آج میں نے تمہارے

لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔" یہ ملعون اور روسیاہ ان صحابہ کے اجماع کے خلاف جرأت کرتا ہے اور خدا اور رسول کے فرمان سے باہر نکلتا ہے پھر بھی یہ گمان کرتا ہے کہ میں تو مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرتا ہوں۔ یہ بھی عجیب احمق ہے کہ مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مخالفت کو اُن کے ساتھ محبت سمجھتا ہے اس لئے کہ اللہ اور رسول کا فرمان اور صحابہ کا اجماع قبول نہیں کرتا اور فاسد عقیدہ اور باطل تصور کو امام بنائے پھرتا ہے۔ یہ سوائے تہ بہ تہ کفر اور پردہ در پردہ گمراہی کے کچھ نہیں۔ وہ روایتیں اور وہ مسئلے جو اجماع امت کے مخالف اور مناقض ہیں سراسر غیر مسموع، نا قابلِ قبول اور محض غلط ہیں۔ اس لئے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر میرا قول صحابہ کے اجماع کے خلاف پاؤ تو میرا قول چھوڑ دو اور اجماعِ صحابہ پر عمل کرو۔

هست اجماعِ صحابه ، شمعِ دیں مطلعِ انوار و مفتاحِ یقیں
هرکه زیں اجماع در انکار شد زو خدا و مصطفےٰ بیزار شد
راندهٔ درگاهِ مولیٰ گشته زو عقدهٔ بد بختش نتواں کشود
زانکه انکارِ صحابه با صفا هست انکار خدا و مصطفےٰ
آنکه راهش بر خلافِ سنت است بر رقابش طوقهائے لعنت است

صحابہ کا اجماع دین کی بنیاد روشنیوں کا مطلع اور یقین کی کنجی ہے تو جو شخص

اس اجماع سے انکار کرتا ہے اس سے خدا اور مصطفٰے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیزار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے جلد ہی مردود ہو جاتا ہے۔ اس کی بدبختی کی گرہ کو نہیں کھولا جا سکتا اس لئے کہ ان اصحابِ باصفا کا انکار خدا و مصطفٰے کا انکار ہے تو جس کا راستہ سنت کے خلاف ہے اس کی گردن میں لعنتوں کے طوق ہیں۔ یاد رکھو کہ بعض رافضی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو وحی پہنچانے میں غلطی ہو گئی (معاذ اللہ) اس لئے کہ انہیں مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر وحی پہنچانے کے لئے بھیجا گیا تھا اور وہ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئے ہاں تعجب ہے جبریل علیہ السلام پر کہ تمام نبیوں اور رسولوں پر وحی لے کر آتے رہے کسی جگہ غلطی نہ کی اور جب نبیوں اور رسولوں کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کے لئے بھیجا گیا تو یہیں غلطی کر بیٹھے۔ اور اگر بفرض محال ان سے غلطی ہو بھی گئی تو خدائے تعالیٰ کے علم میں تو غلطی نہ تھی وہ انہیں اس سے باز رکھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر ہر زمانے کے پیغمبر سے کیا اور ہر کتاب میں تحریر فرمایا۔ کیا یہ بھی وہم پرستی اور غلطی ہی تھی اور ہاں وہ جو بارہ نبیوں نے یہ تمنا کی ہے کہ کاش ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت سے ہوتے۔ یہ کون سی مشتبہ اور غلطی کی جگہ ہے۔ یہ عقل کا پودا ادبار کے گہرے سمندر میں اس بُری طرح ڈوبا ہے کہ اگر اس کے ادبار کی تفصیل کے لئے ایک دریائے وسیع کو روشنائی بنائے تو يَنفِدَ البَحرُ وہ دریا خشک ہو جائے۔

گرز ادِ بارش کراماً کاتبین املا کنند   او مداد خود مگر از قلزم دریا کنند

یعنی اگر کراماً کاتبین اس کی بدبختی کو لکھیں تو اس کے لئے ایک وسیع دریا کی روشنائی بنائیں۔

رافضیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ بات تمام اصحاب کو معلوم تھی کہ جبریل علیہ السلام نے وحی پہنچانے میں غلطی کی ہے مگر انہوں نے جان بوجھ کر حق پوشی کی اور سچی بات کہنے سے خاموش رہے۔ اسی وجہ سے وہ اصحاب پر تبرا کرتے ہیں۔ ہاں ہاں جو لوگ کجروی اور گمراہی کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔ رُشد و ہدایت کی طرف ان کی رہبری کون کرسکتا ہے اور ادبار و شقاوت کی وادیوں کے گمراہوں کو کون سعادت کی راہ دکھا سکتا ہے۔

بفلک ار دو پیشہ ور باشند زاں یقیں درزی و دگر جولاہ
آں نہ دوزد مگر قبائے ملوک ویں نہ بافد مگر گلیمِ سیاہ

یعنی اگر آسمان پر دو پیشہ ور موجود ہوں۔ ایک درزی ہو دوسرا نور باف تو درزی نہ سئے گا مگر بادشاہوں کے قبا اور جولاہا نہ بنے گا مگر کالے کمبل۔ تو تفضیلی رافضی جب یہ دیکھتے ہیں کہ شیخین کی فضیلت قرآن و حدیث، اجماعِ صحابہ اور اتفاقِ علماء کی مستحکم بنیاد پر قائم ہے تو وہ اپنے عقیدے چھپاتے ہیں اور ہر جگہ ان کے اظہار میں کوشش نہیں کرتے۔ ہاں جب انہیں کہیں الٹ پھیر کا موقع ہاتھ آتا

ہے تو اسلامی ستونوں کو، مسلمانوں کے بنیادی عقیدے کو فاسد بتا کر، خراب کرتے ہیں جیسا کہ گزر چکا۔

کبھی یہ رافضی یہ بکتا ہے کہ جب ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسندِ خلافت پر بیٹھے تو علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود نہ تھے۔ کبھی یوں کہتا ہے کہ شیخین کا خلافت میں مقدم ہونا اُن کی سن رسیدگی کی وجہ سے تھا نہ کہ اُن کے فضائل کی بنا پر۔ اور کبھی اس حدیث سے جو صحت کو نہیں پہنچتی ہے حجت لاتا ہے کہ اَلْخِلَافَةُ مِنْ بِعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً وَقَدْتَمَّتْ بِعَلِیٍّ ۔ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی اور وہ علی پر تمام ہوگی۔ اور کہتا ہے کہ دوسرے جانشینوں کی خلافت میں کمی تھی اور وہ علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت سے تمام و کامل ہوئی۔ اسی وجہ سے پیری مریدی کے تمام چودہ سلسلے انہیں سے ملتے ہیں۔ کسی اور سے نہیں''

عزیز من! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چاروں خلیفہ اپنی تمام کاملیت کے ساتھ خلفائے راشدین، خلفائے برحق اور براصل ہیں۔ یہ چاروں ہی اس کا حق رکھتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسندِ خلافت پر یکے بعد دیگرے بیٹھیں۔ چنانچہ وہ نبوت کی مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ خاقانی کہتا ہے۔

ہر چار، چار حدِ بنائے پیمبریست ہر چار، چار عنصر ارواحِ انبیا
بے مہر چار یار، دریں پنجروز عمر نتواں خلاص یافت، ازیں ششدرِ فنا

یعنی یہ چاروں عمارتِ پیمبری کی چار حدیں ہیں اور چاروں انبیا کی روحوں کے عنصر ہیں۔ان چاروں یاروں کی محبت کے بغیر اس پنج روزہ زندگی میں اس فنا کی چھ دری میں گزارا نہیں ہوسکتا۔رہی یہ بات کہ بیعت کے تمام سلسلے علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچتے ہیں اور کسی اور خلیفہ تک نہیں پہنچتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی جگہ بٹھاتے اس لئے کہ جب تک رسول کے خلیفہ موجود ہیں خلیفہ کے خلیفہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رسول کی جگہ بیٹھے اور چونکہ مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر خلافت ختم ہوئی۔انہوں نے مجبوراً حضرت حسن بصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی جگہ بٹھایا پھر اُن سے یہ سلسلے پیدا ہوئے جو سب مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچے ہیں تو علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت کی باری کا مؤخر ہونا یہ سبب بنا تمام سلسلوں کے آپ کی جانب لوٹنے کا اور اگر ان حضرات میں سے کوئی اور متاخر ہوتا تو تمام سلسلوں کا مرجع وہی ٹھہرتا۔

یہاں تک تو تمہیں یہ معلوم ہوگیا کہ یہ تفضیلی رافضی اسی قسم کی بے ہودگیاں بکتے ہیں لیکن ان کے بعض مقتدا یہ کہتے ہیں کہ علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے دادا ہیں اس وجہ سے ہم انہیں تمام خلفاء سے افضل مانتے ہیں اور کسی دوسرے کو اُن پر فضیلت نہیں دیتے لیکن میرے بھائی! فضل دینے کی فضیلت اُن فضلائے سادات کے ہاتھ میں تو نہیں ہے کہ جسے چاہیں فضل دیں اور ایک کو

کے لئے آئے تو نماز کا وقت تھا۔ سب نے آپ کے روبرو نماز ادا کی اور یہ نماز سے (گویا) دستبرداری حاصل کر چکے تھے، قنوج کے ان بزرگوں نے دریافت کیا کہ جناب والا نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ یہ خاموش رہے اور ان کے سوال پر کوئی توجہ نہ کی اور جب وہ لوگ چلے گئے تو حاضرین سے بولے کہ میں علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد سے ہوں۔ میرے ملک میں پچاس ہزار لوگ مجھے مانندِ خدا پوجتے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھو کہ مجھے نماز کا مکلّف بناتے ہیں۔

قطعہ از مؤلف

سبقت زحکمِ روز ازل در جہاں کراست   در زیرِ حکمِ حق ہمہ اعناق انبیا است
فرزندِ حیدر از چہ بروں می رود ز حکم   درظنِ اومگر کہ علی فارغ از خدا است

یعنی حکم ازل سے دنیا میں کون بازی لے جاسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے تمام نبیوں کی بھی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ حیدر کا فرزند پھر کیسے اس کے حکم سے باہر ہوسکتا ہے۔ ہاں مگر یہ وہی ہوسکتا ہے جس کے گمان میں حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدائے تعالیٰ سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔

ہاں ان روافض میں ایک گروہ وہ بھی ہے جو قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اپنی خطا اور غلطی سے بالکل بے خبر۔ ہماری ان چند باتوں میں انہیں سے بحث ہے بطریق محبت وخلوص نہ کہ از راہِ عداوت اور مخالفت۔ اس لئے

کہ جس زمانے میں میں یہ رسالہ سبع سنابل لکھ رہا تھا ہمارے وطن کے یہ سادات ایک مسئلہ ظاہر کرتے تھے جو مذہبِ اسلام کے مخالف تھا اور ایک عقیدہ بیان کیا کرتے جو عقائد علم کلام اور خاتمہ بالخیر سے خارج تھا۔ وہ کہتے تھے ''جس طرح عشرۂ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے دخولِ جنت اور خاتمہ بالخیر کا قطعی حکم ہے اسی طرح دنیا کے تمام سادات خاص و عام کے لئے دخولِ جنت اور خیریتِ خاتمہ کا قطعی حکم ہے اگر چہ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں یا حرام میں مبتلا۔ تارکِ نماز ہوں یا روزوں سے بری۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں''۔ لیکن وہ (یہ نہیں سمجھتے) کہ عشرۂ مبشرہ کے لئے اگر چہ دخولِ جنت اور خیریتِ خاتمہ کا قطعی حکم تھا مگر اس کے باوجود وہ بے خوف اور بے غم نہ تھے اور انہوں نے خوف و ہیبت کے مقام کو نہ چھوڑا تھا جب کہ نام کے ان سادات نے مقام خوف و ہیبت چھوڑ کر بے خوفی اور لا پرواہی کے پیروں پر کھڑے ہو کر شور و غل مچا رکھا ہے اسی لئے مجھے اس مسئلہ میں چند باتیں کہنے کی ضرورت پیش آئی۔

بیت

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　　اگر خاموش بنشینیم، گناہ است

یعنی'' اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور کنواں ۔ اور خاموش رہوں تو میرا گناہ ہے'' تا کہ اس کتاب کے قاری مجھے معذور رکھیں اور یہ نہ کہیں کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا کہ سادات کے لئے ایسی بات لکھ دی۔ حاشا و کلا کہ میں اولادِ رسولِ خدا سے

محبت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہوں۔

مثنوی

حُبِّ اولادِ نبی ، حُبِّ نبی است　ہر کرا ایں حُب نہ باشد اجنبی است

سر بسر گر خاص و گر عام اندیشاں　مستحق حُب و اکرام اندیشاں

یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے محبت کرنا نبی ہی سے محبت کرنا ہے تو جسے یہ محبت نہ ہو وہ اجنبی ہے۔ ان میں اگرچہ خاص بھی ہیں اور عام بھی لیکن وہ سب محبت اور تعظیم کے مستحق تھے۔'' یہ فقیر بھی سادات ہی سے ہے تو جو بات اپنے اور اپنوں سے کہے گا بجز اخلاص اور خیر خواہی کے کچھ نہ ہوگا (تو کہنا یہ ہے کہ) فرزندی کی جو (بظاہر) نسبت انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اس نسبت کی شرافت کو درمیان میں آڑ بنا لیتے ہیں اور جو نسبت (ظاہراً) انہیں علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہے اس کے شرف اور فضل پر پھول کر اس نسبت پر ایسا اتارتے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے لاپرواہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ سید اگر کبائر کا مرتکب، اور شراب نوشی کا عادی ہو۔ یا بظاہر کافر بت پرست اور زنار باندھنے والا ہو یا عیسائیوں کی طرح تین خدا مانے یا دہریہ کی طرح صانعِ عالم کا انکار کرے۔ غرض جو کچھ ہو اس کے ایمان کو کفر اور شرک کی باتوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا اور اس کے دین کو زنا، چوری اور باقی گناہ کبیرہ سے کچھ ضرر

نہیں ہوتا۔ اور یہ سب کچھ علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ والی نسبت پر پھول کر کہتے ہیں اور رسولِ خدا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے شرف اور فضل کو بہانہ بناتے اور وسیلہ تراشتے ہیں۔ کفر اور ایمان کو نہیں پہچانتے اور اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہیں ڈرتے۔ مختصر یہ کہ سادات کو علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ فرزندی کی نسبت ہے اور قوی، اس لئے کہ صُلبی فرزند ہیں نیز انہیں رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے بھی فرزندی کی نسبت ہے مگر یہ ضعیف ہے کہ آپ کی صاحبزادی کے فرزند ہیں۔ اب یہ عقیدہ جو ظاہر کرتے ہیں یا تو فضلِ مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر بھروسہ اس کی بنا ہے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف پر آسرا اس کی بنیاد۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بیان کریں گے۔ اچھا تو اگر یہ عقیدہ علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضل پر اعتماد کرتے ہوئے ہے اور شرفِ رسولِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) صرف بہانہ ہے تو یہ لوگ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کو تکلیف دیتے اور رنج پر رنج پہنچاتے ہیں۔

بھائیو! دیکھو کہ آگ ایک نورانی جوہر ہے مگر آتش پرستوں کی حماقت کی وجہ سے اپنے سینے میں کالا دھواں رکھتی ہے اور آفتاب کہ نیّرِ اعظم ہے آفتاب پرستوں پر غصّہ کی بنا پر غروب کے وقت زرد پڑ جاتا ہے۔ صرف اس خوف کی وجہ سے کہ کل کرسیِ عدالت کے سامنے حاضر ہو کر کیا جواب دوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش گیہوں کے دانے کی وجہ سے واقع ہوئی۔ گیہوں کا سینہ اللہ تعالیٰ کی

ہیبت سے پھٹ گیا ہے اور کھجور کا درخت جس کی پیدائش آدم علیہ السلام کی بقیہ مٹی سے ہوئی۔ اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اَکْـرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّةِ طِیْنَةِ آدَمَ ۔یعنی ''اپنی پھوپھی کھجور کا احترام کرو اس لئے کہ وہ آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کی گئی ہے'' وہ بھی جلال والے رب کی ہیبت سے درمیان سے شق کی گئی ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنا بڑھایا کہ انہیں بندگی کے دائرے سے علیٰحدہ کر دیا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے درگاہِ ذوالجلال کی ہیبت اور اس محال کی تہمت کی شرم کی وجہ سے آبادی ترک کر دی بیابانوں، جنگلوں، میدانوں اور پہاڑوں میں سیاحت کرتے رہتے اسی بنا پر آپ کا نام مسیح ہوا اور جب اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا اور فرمایا کہ: ءَاَنْـتَ قُلْـتَ لِلنَّـاسِ اتَّخِـذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (سورۃ المائدہ شریف، آیت ۱۱۶) ''اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا اپنا معبود بنالو''۔ تو آپ کو اس تہمت پر بہت زیادہ شرم آئی اور آپ دنیا سے چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور آج بھی عیسائی انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور آسمان پر بھی انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ بھی جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چوتھے آسمان پر کیوں مقام کیا اور عرش پر کیوں نہ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور آفتاب کو پوجنے والے اُسے معبود جان کر پوجتے ہیں پس عیسیٰ علیہ السلام بھی چوتھے آسمان پر رہے

تا کہ اس قدیم تہمت اور اس عظیم بہتان کی نحوست چوتھے آسمان سے نہ بڑھے۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ خیر النسّاح ایک کلیسا میں چلے گئے (دیکھا) کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویریں کلیسا کی دیواروں پر بنالی ہیں اور اُن کو پوج رہے ہیں۔ شیخ نے زور سے ایک آواز دی۔ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللّٰهِ۔ ''کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بنالو ''۔ فوراً ہی وہ صورت کلیسا کی دیوار سے نیچے گر پڑی اور اس کے ہر ذرہ سے یہ آواز آئی تھی لَا وَاللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ ۔نہیں خدا کی قسم نہیں''۔ سبحان اللہ عیسیٰ علیہ السلام تو اس تہمت کی شرم کی وجہ سے چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے اور ان کی تصویر کا خاکہ دیوار سے گر پڑا۔ پس مُفضّلہ کے سادات کہ فضل علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر اعتماد کر کے اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کا قطعی حکم تھوپتے اور کچھ بھی ہوں مگر اپنے ایمان کو عشرہ مبشرہ کے ایمانوں کے برابر جانتے ہیں تو یہ بھی علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رنج پہنچاتے ہیں اور پھر اس کو محبت اور تعظیم جانتے ہیں صرف یہی وجہ تھی کہ مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وفات کے وقت اپنے تابوت کو ایک اونٹ پر بندھوا دیا تھا تا کہ اونٹ انہیں ایسی جگہ لے جائے جو کسی کو معلوم نہ ہو۔ اور اپنی قبر شریف کو مدینہ منورہ میں رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اس لئے کہ باطنی نور سے یہ جان لیا تھا کہ اگر میرا مزار مدینہ ہی میں رہا تو خدا معلوم یہ مفضّلہ کیا شور وغل مچائیں اور کیا آفت بپا کریں

۔رہی یہ بات جو وہ کہتے ہیں کہ آپ کو ضغطۂ قبر یعنی قبر شگافتہ ہونے کا اندیشہ تھا۔لہٰذا ایسا کیا تو یہ خبر اگر واقعی درست بھی ہو تو بھی بعید نہیں، اس لئے کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو اتنا ہی فضل وشرف اور کرامت کا مقام ملتا ہے، جتنا خوف، ہیبت اور ندامت انہیں ہوتی ہے اور چونکہ ان میں خوف، ہیبت اور ندامت زیادہ ہوتی ہے وہ دنیا والوں سے فضل وشرف میں سبقت لے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی جتنی معرفت انہیں ہوتی جاتی ہے اس کی بے نیازی سے ہراساں ہوتے جاتے ہیں اور قربت و درجات کی فضا میں جس قدر قریب ہوتے جاتے ہیں دشت حیرت و استعجاب میں اسی قدر گم ہوتے چلے جاتے ہیں۔تو یہ لوگ قدرت کے کوہِ قاف کے سیمرغ ہیں کہ خود کو سنگانہ (ایک چھوٹا پرندہ) سے بھی کم جانتے ہیں مگر معرفت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی صفت رکھتے ہیں چیونٹیوں کے دروازہ پر بیٹھتے ہیں اور ان کے حالات سے واقف رہتے ہیں۔

مثنوی

درِ ہر پیرزن میزد پیمبر کہ اے زن در دعایت یاد آور

نگاہ کن تا چہ کارِ مشکل اُفتاد کہ خواہد آفتاب از ذرّہ فریاد

یقیں میداں کہ شیرانِ شکاری دریں راہ خواستند از مور یاری

''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہر بوڑھی عورت کا دروازہ کھٹکھٹاتے کہ

اے عورت مجھے اپنی دعا میں یاد رکھنا۔ غور کرو کہ یہ کیسی نا قابلِ حل بات ہے کہ آفتاب ذرہ سے فریاد کر رہا ہے۔ بس یوں جان لو کہ شکار کرنے والے شیر، شکار گاہ میں چیونٹی سے بھی دوستی رکھتے ہیں''۔ تو یہ بھی ہوتا ہے مگر اس شگافِ قبر کے دفع کے لئے تو صرف اتنا کافی تھا کہ آپ حاضرین کو نصیحت فرما دیتے کہ مجھے قبر میں نہ رکھنا ایک سنگین تابوت میں رکھ کر ایک طرف رکھ دینا۔ مگر آپ نے تو فرمایا کہ تابوت کو ایک اونٹ پر مضبوط باندھ کر اس کی نکیل چھوڑ دینا۔ تو شیعہ اگر چہ اسے بھی پسند نہ کرے گا مگر یہ فرمان بظاہر یہی بتاتا ہے کہ آپ نے ان مُفضّلہ سے گریز فرمایا تھا اور ایک اونٹ کی پشت پر (تربت میں) سوار ہو کر ایسے مقام پر تشریف لے گئے کہ پھر لوگوں نے آپ کا کوئی نشان اور کوئی خبر نہ پائی۔ جب کہ آپ نے اپنی ظاہری حیات میں بھی مفضّلہ کے گروہ سے چند بار شکایت بھی فرمائی ہے چنانچہ ''بستانِ فقیہ ابواللیث'' میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْتَحِلُوْنَ شِيْعَتَنَا وَلَيْسُوا بِشِيْعَتِنَا لَهُمْ نَبْزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّوَافِضَةُ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ

یعنی ''آخری زمانے میں ایک فرقہ پیدا ہو گا جو اپنے آپ کو ہمارے گروہ کی طرف منسوب کرے گا حالانکہ وہ ہمارے گروہ سے نہ ہو گا۔ ان کا ایک بد لقب ہو گا۔ لوگ انہیں رافضی کہیں گے تو جب تم ان سے ملو ان کو قتل کر ڈالنا اس لئے کہ وہ مرتد ہیں''۔ اسی بستان میں ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے فرمایا: يَهْلَكُ فِيَّ اِثْنَانِ

مُحِبٌ مُفرِطٌ ومُبغِضٌ مُفرِطٌ یعنی ''میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ ایک تو محبت میں حد سے گزر جانے والا، دوسرا مجھ سے حد سے زیادہ بغض رکھنے والا۔'' پس محبت میں حد سے گزرنے والا یہی رافضی ہے کہ مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شیخین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر فضیلت دیتا اور آپ کی تمام اولاد کے لئے کہ سادات ہیں ان کے کثیر فضل پر اعتماد کر کے خاتمہ بالخیر کا یقین اور اعتقاد رکھتا ہے اور آپ سے بلاوجہ بغض رکھنے والا خارجی ہے کہ آپ کو رسولِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کا خلیفہ ہی نہیں جانتا۔

اے عزیز! اگر بتوں کی زبان ہوتی تو وہ ہر آن ان بت پرستوں پر جنہوں نے پتھر اور لکڑی کے بتوں کو معبود بنالیا ہے لعنتیں بھیجتے رہتے۔ منقول ہے کہ جب خواجۂ جہاں خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہٗ مقام اجمیر پہنچے۔ ایک روز آپ ایک جگہ تشریف رکھتے تھے اور وہیں پر پتھر کے دو بت نصب تھے ایک مرد کی صورت اور دوسرا عورت کی شکل میں۔ اسی وقت راجہ خواجہ کے دیکھنے کے لئے حاضر آیا آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ کہا کہ اس ملک کا راجہ میں ہی ہوں۔ فرمایا کیوں آیا؟ جواب دیا کہ قدم بوسی کے لئے۔ ارشاد فرمایا کہ اے راجہ تم لوگ ان بتوں کو معبود بنا کر پوجتے ہو کیا ان کی وجہ سے کوئی مشکل بھی ٹلی یا کوئی اعانت اور مدد پہنچی؟ راجہ نے جواب دیا کہ تمام چیزیں اسی کے نور کی جلوہ گاہ ہیں اور ہر جلوہ گاہ میں اس کا ظہور ہے۔ تو ہم اس جلوہ گاہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے ظہور پر توجہ کرتے ہیں''۔ آپ نے

ارشاد فرمایا کہ اگر پتھر کے مظہر میں ظہورِ حق کی طرف متوجہ ہوتے ہو تو پتھر کو مخلوق کی صورت کیوں تراشتے ہو۔ اگر انسان کہ وہ جلوۂ روح القدس کا مظہر ہے وہ جمادات کو پوجے تو وہ اپنی ہستی سے غافل ہے خود کو برباد کر رہا ہے۔

مثنوئ مؤلف

گرت روح القدس تابد زبالا بود امرِ تو امرِ حق تعالیٰ
تو خود را بینی از کونین مقصود دو عالم مرا ترا ساجد ، تو مسجود
تو مسجودِ ملائک ہستی اے خام کہ سجدہ می کنی در پیشِ اصنام

''اگر روح القدس تجھے اوپر سے چمکائے تو تیرا امر حق تعالیٰ کا امر ہو تو خود کو دونوں جہاں کا مقصود ٹھہرا لے۔ دونوں عالم تجھے سجدہ کریں اور تو مسجود ہو۔ ارے غافل تجھے تو فرشتوں نے سجدہ کیا ہے تو ان بتوں کو کیونکر سجدہ کرتا ہے''۔ راجہ یہ سن کر لاجواب ہوا۔ خواجہ نے اس بت کو جو مرد کی صورت میں تھا بلایا اور فرمایا ''اے شادی غُلمٹے!'' اس نے کہا ''حاضر ہوں'' ارشاد ہوا ''یہاں آ'' وہ چلا آیا۔ پھر آپ نے اس بت سے جو عورت کی شکل تھا فرمایا ''اے لکھمی لونڈی!'' اس نے جواب دیا ''حاضر ہوں'' ارشاد ہوا ''ادھر آ'' وہ بھی آ گئی۔ آپ نے دونوں سے فرمایا کہ یہ کافر تمہیں اخلاص و محبت سے پوجتے ہیں اور محبت اور لگاوٹ کی گرہ تمہارے ساتھ باندھتے ہیں۔ تم ان سے خوش ہو یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے خواجہ اگر پتھروں کی

زبان ہوتی تو ان پر لعنتوں کی خاک اڑاتے اور اگر بھاگ سکتے تو بیابان کی طرف نکل جاتے۔

قطعہ

اے نخشی! وہ لوگ کس قدر ظالم ہیں جو پتھروں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ اگر بتوں کی زبان ہوتی تو اپنے پوجنے والوں سے ہر دم لڑائی لڑتے رہتے۔ اے ہمارے مخدوم وہ جو خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے: وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ (سورۃ البقرہ شریف، آیت ۲۴) ''جہنم کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں''۔ تو وہ ''آدمی'' ہماری عبادت کرنے والے ہیں اور وہ ''پتھر'' ہم ہی ہیں کہ اُن کی وجہ سے ہم جہنم کا ایندھن بنے ہیں اے ہمارے مخدوم اور ہماری جائے پناہ! بعض پتھروں پر اسی حسرت کی وجہ سے ہمیشہ رونا اور چلانا طاری رہتا ہے اور ان کے اندر سے پانی کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ اور بعضوں کے جگر اسی ندامت سے خون ہو چکے ہیں کہ اس سے لعل و جواہر بنتے ہیں اور بعض اس پشیمانی کی بدولت آگ میں پھُک چکے ہیں کہ ان کے زخموں سے لوہا برآمد ہوتا ہے اور بعض پتھر پگھل کر نمک ہو چکے ہیں''۔

اے برادر! جب جمادات اپنے پجاریوں سے اس قدر غمگین ہیں تو غور کا مقام ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہَہٗ کو ان مُفضّلہ سے کس قدر غم اور تکلیف پہنچتی ہوگی کہ وہ تو اپنے بعض عقیدوں میں انہیں بندوں کے دائرہ سے علیحدہ شمار کرتے

ہیں۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس کسی پر مخلوقِ خدا ہونے کا داغ لگ چکا اُسے بندہ ہونا ضرور ہے۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط (سورۃ النساء شریف، آیت ۱۷۲) ''نفرت نہیں کرتا عیسیٰ بن مریم اس سے کہ وہ خدا کے بندے ہوں اور نہ اس کے مقرب فرشتے''۔ تو بندہ ہرگز حکم ازلی پر کہ قطعی ہے سبقت نہیں لے جاسکتا اور ساداتِ مفضّلہ علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضائل اور کمالات پر اعتماد کر کے اپنے لئے خیریت خاتمہ کا جو قطعی حکم کرتے ہیں اس سے تو یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدوں میں مرتضٰی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کمالات حکمِ ازلی پر سبقت لے گئے ہیں حالانکہ یہ خود محال ہے لہٰذا خاتمہ بالخیر ہونے کا قطعی حکم لگانا بھی محال ثابت ہوا۔

اور وہ جو مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا ہے کہ '' آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جو ہمارے گروہ کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرے گی حالانکہ وہ ہمارے گروہ سے نہ ہوگی ان کا ایک بدلقب ہوگا۔ لوگ انہیں رافضی کہیں گے پس جب تم ان سے ملو تو ان کو قتل کر ڈالنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں''۔ تو اس قول میں آپ نے رافضیوں کو مشرک فرمایا ہے اس لئے کہ وہ لوگ ازلی حکم کی قطعیت کے ساتھ دوسرا حکم قطعی شریک کرتے ہیں اور یہ باعثِ تکلیفِ مرتضٰی و مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ واجب القتل ہے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ان کے قتل کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ''بستانِ ابوالليث''

میں روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمُّونَ الرَّوَافِضَةَ يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ وَيَلْفِظُونَهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ ۔ یعنی ”آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جس کو رافضی کہا جائے گا وہ لوگ حقیقی اسلام چھوڑ دیں گے البتہ نام زبان سے اسلام کا لیں گے۔ پس تم لوگ اُن کو قتل کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں“۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہارون رشید نے ان لوگوں کو اسی حدیث شریف کے ماتحت قتل کرایا۔ اور حضرت عامر شعبی سے یہ منقول ہے کہ اَلرِّفْضُ سُلَّمُ الزَّنَادِقَةِ فَمَا رَأَيْتُ رَافِضِيّاً اِلَّا وَرَأَيْتُهُ زِنْدِيقاً ۔ ”رفض زندقہ کی سیڑھی ہے۔ میں نے کسی رافضی کو نہ دیکھا مگر یہ کہ وہ زندیق نکلا“

اور اگر خاتمہ بالخیر کا حکم قطعی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھروسہ پر لگاتے ہیں اس لئے کہ خود کو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے شمار کرتے ہیں تو یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہ آپ کی صُلبی اور حقیقی صاحبزادی ہیں ارشاد فرمایا: لَاتَتَّكِئِي اَنِّي بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِعْمَلِي اِعْمَلِي اِعْمَلِي ۔ ”کہ فاطمہ اس پر بھروسہ مت کرنا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی ہوں عمل کرو، عمل کرتی رہو، عمل میں سرگرم رہو۔“(۱)

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا سَمَّاهَا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پس یہ خطاب ان سادات پر کہ نہ صُلبی فرزند ہیں اور نہ حقیقی بدرجہ اولیٰ وارد ہے۔ اور ہاں دیکھو تو یہ تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سب سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ "اس پر مت اتراؤ کہ ہم رسولِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فرزند ہیں عمل کرو، عمل کرو، عمل کرو۔" منقول ہے کہ جس روز آیت "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ۔ (سورۃ الشعراء شریف، آیت ۲۱۴) نازل ہوئی۔" یعنی "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے" تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام اہلِ بیت کو بلایا اور ہر ایک کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور خوف دلایا۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا "اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اس پر بھروسہ مت کرنا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صاحبزادی ہوں، اچھے عمل کرو، اچھے عمل کرو"۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت امامِ حسن اور امام

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَطَمَهَا وَمُحِبِّيْهَا مِنَ النَّارِ یعنی اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا "رَوَاهُ الْخَطِيْبُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا" حدیث پاک میں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کرنے والوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ موجود ہے تو خود شہزادیٔ رسول کی عظمت کا اندازہ ہم کیا لگا سکتے ہیں مگر معاملہ یہ ہے کہ اگر گھر میں بہو سے کوئی غلطی ہوجاتی ہے مثلاً روٹی کچی بن گئی تو ایک شریف انسان اپنی بہو کو کچھ کہنے کی بجائے اپنی بیٹی سے کہتا ہے کہ "بیٹی روٹی کچی بنی ہے آئندہ خیال رکھنا" تاکہ بہو کے کان ہوجائے اور آئندہ کے لئے ہوشیار ہوجائے۔

حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جگر کے ٹکڑو اَلْجَنَّۃُ لِلْمُطِیْعِ وَاِنْ کَانَ عَبْداً حَبْشِیّاً وَالنَّارُ لِلْعَاصِیْ وَاِنْ کَانَ سَیِّداً قُرَیْشِیّاً۔ ''جنت فرمانبردار کے لئے ہے اگرچہ وہ غلام حبشی ہو اور دوزخ نافرمان کے لئے ہے اگرچہ وہ سید قریشی ہو۔'' اس کے بعد ازواج مطہرات سے فرمایا کہ تمہارے لئے یہی آیت کافی ہے جو تمہارے حق میں نازل ہوئی ہے کہ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّأْتِ ..... الآیۃ ۔(سورۃ الاحزاب شریف، آیت ۳۰) ''اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ازواج تم میں سے جو کوئی ایک کھلا ہوا جرم کرے گا اس پر دوگنا عذاب کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ۔'' اس پر اہلِ بیت سے ایک شوروغل اٹھا۔

اے برادر! اگر تمام انبیا اور رسول مل کر ایک ایسے بندہ کی شفاعت کریں جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ فائدہ نہ ہو چنانچہ مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

بیت

اگر خدائے نباشد ز بندۂ خوشنود　　شفاعت ہمہ پیغمبراں نہ دارد سود

اگر اللہ تعالیٰ ایک بندۂ نافرمان سے راضی نہ ہو تو تمام پیغمبروں کی شفاعت سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تو ایسے مقام میں جہاں انبیا اور پیغمبر خوف کھاتے اور گھبراتے ہوں وہاں اس نسبت کا پیوند کیا کام دے سکتا ہے۔

مثنوی

دراں دم کہ از فعلِ پیر سند و قول   اولو العزم را تن بلرزد   ز ہول

بجائے کہ دہشت خورند انبیا   تو عذرِ گناہ راچہ داری بیا

اس وقت کہ فعل اور قول کے متعلق سوال کریں گے تو اولوالعزم کے بدن خوف سے تھرائیں گے تو ایسے مقام پر جہاں انبیا گھبرائیں تو عذرِ گناہ میں جو رکھتا ہو بیان کر۔ پھر سادات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو نسبت آج انہیں خلافِ شرع امور سے باز نہیں رکھتی کل انہیں ہلاکت اور عقوبت سے کیسے روک سکتی ہے اور وہ جو کہا جاتا ہے کہ سادات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں اور ان پر فضلِ رسول اور شرفِ نبی کی وجہ سے دوزخ کی آگ حرام ہے تو اگر واقعی ان پر آتشِ دوزخ حرام ہے تو دنیا کی آگ جو اس آگ کا عکس ہے بدرجہ اولیٰ حرام ہوگی۔ آؤ امتحان کرلیں اگر انہیں دنیا کی یہ آگ نہ جلائے گی تو ہم یقین کرلیں گے کہ ان کی بات تحقیق شدہ ہے۔ ورنہ یہ بات غلط اور خطا ہے اس پر اعتماد بھی نہیں کرنا چاہیئے نہ کہ اعتقاد میں لائی جائے۔ بلکہ اگر دنیا کی آگ ان کے کسی حصۂ بدن کو نہ جلا سکے تب بھی شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) ان کے خاتمہ بالخیر ہونے پر قطعی حکم نہیں لگائے گی۔

چنانچہ شہنشاہ بابر کے زمانۂ حکومت میں چند مغل پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی

قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے حاضر آئے اور سیادت کی صحت میں بات چھڑ گئی اور مغل اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ ہندوستان میں کوئی سید نہیں اور ہر چند کہ مخدوم نے انہیں بہت سمجھایا اور معقول کیا مگر وہ نہ مانے اور بہت گفت وشنید کے بعد کہنے لگے کہ ہمارے ملک کے سادات، ثابت النسب پرہیز گار، دیندار اور زاہد وعبادت گزار ہیں اور ان کی سیادت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ ان کے بال کو لوگ جلتی ہوئی آگ میں رکھتے ہیں اور وہ نہیں جلتے۔ مخدوم نے جواب دیا ہندوستان میں بھی ایسے ہی سید موجود ہیں۔ مغلوں کو بہت تعجب ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ مخدوم شیخ نے شیخی سے یہ بات کہی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ ان میں سے ایک کو بلایئے۔ آپ نے مؤلف کے چچا کو جن کا نام طاہر تھا اور جنہیں لوگ سید طاہ کہتے تھے بلایا چونکہ آپ کا جسم مبارک طاہر تھا لہٰذا آپ کا ایک مبارک بال لے کر دیر تک آگ میں رکھا ذرہ برابر بھی اسے آگ نہ لگی اور جب آگ سے نکالا اسی طرح ٹھنڈا تھا، اسے گرمی نہ پہنچی تھی۔ تمام مغل پشیماں اور شرمندہ ہوئے۔ کبھی حضرت مخدوم کا مبارک پاؤں پکڑتے اور کبھی میرے چچا کے قدموں پر گرتے اور بہت عذر و معذرت کرتے لیکن ایسے سید آج دنیا میں سرخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اور ایسے بیش قیمت لعل دنیا کی کان میں کہاں نظر آتے ہیں۔ بہر حال شرع محمدی (علیٰ صاحبہٖ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ) ایسوں پر بھی بالخیر خاتمہ کا قطعی حکم نہیں لگاتی نہ کہ وہ سادات جن کے بالوں اور بدن کے حصوں کو یہ آگ جلا دیتی ہے۔

میرے بھائی! اگر چہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فضائل و شرف کے کمالات، اہلِ معرفت کے دلوں میں نہیں سما سکتے اور ان کے سچے دوستوں کے نہاں خانوں میں منزل نہیں بنا سکتے ۔ اس کے باوجود ان کے ان نسب والوں میں اپنا کامل اثر نہیں دکھا سکتے خواہ وہ آباء واجداد ہوں یا اولاد در اولاد ۔ چنانچہ ابو طالب میں اس نسب نے کوئی اثر نہیں کیا حالانکہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بارے میں بلیغ کوشش فرماتے رہے لیکن چونکہ خدائے قدوس جل وعلا نے ان کے دل پر روز ازل ہی سے مہر لگادی تھی لہٰذا جواب دیا۔ اَخَـرُتُ النَّـارَ عَلٰی العـار ۔ میں عار پر نار کو ترجیح دیتا ہوں"۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ منقول ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر پہنچائی کہ مَـاتَ عَمُّكَ الضَّالُّ ۔ "حضور کے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا"۔

بیت

کبھی ایسے گوہر پیدا کرنے والے گھرانے میں ابوطالب جیسے کو (خالق بے نیاز) پتھر پھینکنے والا بنا دیتا ہے۔ ضیائی بخشی نے "مسلک السلوک" میں لکھا کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے جنازے کے پیچھے پیچھے تشریف لے جا رہے تھے اور بار بار اس کی جانب نظر فرماتے اور اپنا دست مبارک اپنی چادر پر مارتے ۔ صحابہ نے ان کے دفن کے بعد آپ سے سوال کیا

کہ حضور کا جنازہ کی طرف اور چادر مبارک پر ہاتھ مارنے میں کیا راز تھا؟ ارشاد فرمایا عذاب کے فرشتے پہنچ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں جنازہ پر سے اٹھا لے جائیں۔ میں انہیں ہر بار اپنی چادر مبارک کی قسم دیتا کہ تھوڑی دیر ٹھہرو۔

قطعہ

بخشی قابلِ نکوے شو خوان ادبار ، فائدہ نہ دہد
گر تو نکو نہٗ ، ترا ہرگز نسبتِ نیک مائدہ نہ دہد

اے بخشی نیکی کے قابل بن جاؤ کہ بدبختی کا دسترخوان کوئی کھانا نہیں دیتا۔ اگر تو خود نیک نہیں ہے تو تجھے نیک نسبت بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

ایسا ہی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا واقعہ منقول و مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا باپ کہاں ہے ارشاد فرمایا ''دوزخ میں'' اس جواب سے حضور نے اس کے چہرے پر کچھ خشونت محسوس کی تو ارشاد فرمایا کہ میرے والد، تیرا باپ اور حضرت ابراہیم کا چچا ایک جگہ ہے'' مخدوم شیخ سعد نے ''مجمع السلوک'' میں تحریر فرمایا کہ میں نے یہ کلام ''ام المعانی'' میں دیکھا کسی اور کتاب میں میری نظر سے نہ گزرا کہ ''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے فرمایا: علی تم نے سنا کہ کل خدائے تعالیٰ نے مجھے کیسی بزرگی عطا فرمائی۔ عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ۔

فرمایا کل میں نے (کلمۂ خداوندی کا) دامن تھاما اور اپنے والدین اور ابوطالب کی بخشش چاہی فرمان جاری ہوا کہ ہمارے یہاں کا فیصلہ تو اٹل ہے کہ جو میری ہدایت پر اور تمہاری رسالت پر ایمان نہ لائے اور بتوں کو جھوٹا نہ مانے اسے جنت عطا نہ فرماؤں گا اور نہ اسے دوزخ سے چھٹکارا دوں'' مگر آپ فلاں شعبہ یعنی ٹیلہ پر تشریف لے جائیں اور اپنے والدین اور ابوطالب کو آواز دیں وہ زندہ ہوکر آپ کے روبرو حاضر آئیں گے آپ انہیں ایمان کی طرف بلائیں وہ آپ پر ایمان لائیں گے تو میں عذاب سے انہیں چھٹکارا دوں گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر گیا اور میں نے کہا اے میری ماں' اے میرے باپ، اے میرے چچا تینوں بدن مٹی سے سر اور بدن جھاڑتے اٹھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں جس چیز کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہوں تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہے اور خدا کی وحدانیت بھی تم پر ثابت ہے اور بتوں کا باطل ہونا بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سب نے جواب دیا کہ بے شک ہمیں بالتحقیق یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور بت باطل ہیں اور آپ اس کے رسولِ برحق ہیں۔ اس پر ان پر مغفرت کی کرامت نازل ہوئی اور وہ خوش خوش اپنی قبروں میں واپس چلے گئے۔ اور یہ ایمان اور مغفرت کی خصوصیت بھی انہیں کے لئے ہے کسی اور کو اس پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ یہی حکم ہے اولاد کا کہ انصاف کا پیوند اُن سے گناہوں کے صدور کے باوجود اُن کے حق میں کچھ اثر نہیں کر سکتا۔

مخدوم جہانیاں قَدَّسَ اللّٰہُ روحَہٗ نے خزانۂ جلالی میں لکھا کہ نیکیوں اور بدیوں میں شرف مکان، شرف زمان اور شرف نفس کا بھی اعتبار ہے۔ مکان جیسے مکہ مکرمہ کہ اس میں ایک نیکی سو ہزار (ایک لاکھ) نیکیوں کا ثواب رکھتی ہے اور ایک بدی سو ہزار بدیوں کے برابر ہوتی ہے اور شرف زماں جیسے ماہ رجب اور روزِ جمعہ کہ ایسے زمانے میں ایک نیکی ستر نیکیوں کی مورث ہے ایک بدی ستر بدیوں کے عذاب کی موجب۔ اور شرف نفس جیسے فاطمی سید اور علماء کہ اگر یہ ایک نیکی کریں تو دوسروں کے مقابلے میں دوگنا ثواب حاصل کریں اور اگر ایک گناہ کریں تو دوسروں سے بڑھ کر عذاب میں مبتلا ہوں۔'' یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سید اگر عالم بھی ہو تو اس کو فرمانبرداری اور نافرمانی میں ثواب اور عذاب کا حصہ دوگنے سے بھی زیادہ ہے۔ اے برادر! تمام مسائل اعتقادیہ علم کلام سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مسئلہ جو تو کہتا ہے باوجود کفر اور شرک صادر ہونے کے سادات کے قطعی خیریتِ خاتمہ میں کوئی خلل اور رکاوٹ نہیں، یہ مسئلہ علم کلام کی کسی کتاب میں نظر نہ آیا۔ مخدوم جہانیاں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ کہ ان کی سیادت اور فرزندی کا ثبوت روضۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ثابت اور مقرر ہے۔ ایک رات اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا کر رہے تھے۔ فرمان جاری ہوا کہ اگر شیخ اخی جمشید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے ایمان کی سلامتی کے لئے دعا کریں تو ہم مقبول فرمائیں لہٰذا مخدوم نے حضرت شیخ سے دعا کے لئے التجا کی جس کا قصہ مشہور ہے۔ تو اگر سادات کے لئے

خیریتِ خاتمہ یقینی ثابت ہوتا تو مخدوم جہانیاں کیوں اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا اللہ کے دربار میں کرتے۔ کیا انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا؟ یونہی ایک سید صاحب مخدوم جہانیاں کی خدمت میں شب وروز رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے مخدوم شیخ جہانیاں سے کہا کہ آپ کے اصلاح کار کی خاطر ایک بات کہنا چاہتا ہوں لیکن پھر سید راجوئے قتال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ڈر سے نہیں کہتا اس لئے کہ وہ قتال ہیں مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ اگر آپ میرے ایمان کی محافظت فرمائیں تو میں اپنی جان آپ کے کام کی مصلحت میں دے ڈالوں اور وہ بات کہہ دوں۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی حفاظت اچھی طرح کروں گا۔ جو بات کہنے کی ہے کہو ۔اس وقت ان سید نے وہ بات کہہ ڈالی۔ جب میر سید راجوئے قتال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معلوم ہوا کہ یہ مصلحت اور یہ رائے ان سید سے واقع ہوئی ہے تو آپ نے بددعا فرمائی، ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے بھائی کی پناہ، ایمان کی حفاظت کے لئے نہ لی ہوتی تو میں ایمان بھی سلب کر لیتا۔'' یہ قصہ مشہور ہے۔ تو اگر سید سے زوالِ ایمان ممکن نہیں ہے تو حضرت سید راجوئے قتال قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے کہاں سے فرمادیا کہ میں ان کا ایمان سلب کر لیتا۔ اور مخدوم شیخ جہانیاں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ تم سید ہو تمہارے ایمان کا زوال محال ہے، میری حفاظت کی کیا ضرورت ہے۔ برادرم! ایمان بہترین سرمایہ

اور بڑا قیمتی متاع ہے اور جس کا دل اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی سے چمکا دیا اسے یقین ہے کہ نسبتوں کی مشعل کی روشنی، گمراہی اور نافرمانی کی آندھی کے غبار میں ماند پڑ جاتی ہے اور سیادت کے چراغ کا نور ضلالت اور بدعت کی ہوا میں نہیں ٹھہرتا۔ اور اگر اس کو اسلام کے طاق اور ایمان کے آبگینہ میں محفوظ رکھیں اور سنّت کا تیل اور فرمانبرداری کی بتی سے اس میں اضافہ کرتے رہیں تو یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (سورۃ النور شریف، آیت ۳۵) (اللہ راہ دیتا ہے اپنے نور سے جسے چاہے) کی تجلیاں اس پر پڑیں اور وہ بجھتا ہوا چرغ، روشنی سے دمکنے لگے اور تمہارے ہاتھ نور علیٰ نور کی دولت آئے۔

بیت

پسر نور و پدر نوریست مشہور   چہ گویم چو بود نور علیٰ نور

بیٹا نور ہو اور باپ بھی نور مشہور تو میں کیا بیان کروں جبکہ نور بالائے نور ہے

وہ خدائے قدوس جو کافر کی صُلب سے پیغمبر اور پیغمبر کی پشت سے کافر کو پیدا فرماتا ہے۔ اگر اس کی بخشش کا فرزادوں کو بہشت میں پہنچا دے تو تو کس سے فیصلہ کرانے بیٹھے گا اور اگر اس کا جلال اور غضب پیغمبر کی اولاد کو دوزخ کی جانب لے جائے تو تو کس سے جھگڑے گا ٹھیک بات کو غلط بات سے مت بدلو اور اس فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی قادر مطلق کی حکومت اور حکمت سے لڑائی مول مت لو۔

نظم

زنار نور شود ، گاه نار از نور ست　　خلیل از آزرو کنعان زنوح مفطور است

زحلِ خَل چہ کم آید ازاں کہ فرعِ مے است　　بشانِ مے چہ فزاہد کہ اصلش انگور است

کبھی روشنی سے آگ پیدا ہوتی ہے کبھی آگ سے روشنی۔ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) آزر بت پرست سے پیدا ہوئے اور کنعان نوح علیہ السلام سے۔ سرکہ حلال ہونے سے اس میں اس سے کیا کمی ہوئی کہ وہ شراب سے بنا۔ اور شراب کی شان اس سے کیا بڑھ جاتی ہے کہ اس کی اصل انگور ہے۔

یہیں سے یہ بھی جاننا چاہئے کہ اہلبیت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اصلِ اہلبیت دوسری قسم داخلِ اہل بیت اور تیسری قسم لاحقِ اہلبیت۔ اصلِ اہلبیت تیرہ نفر ہیں۔ نو ازواج مطہرات اور چار صاحبزادیاں۔ اور داخلِ اہلبیت تین نفر ہیں علی مرتضٰی اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم اور لاحقِ اہلبیت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے ناپاکیوں اور گناہوں سے کلیۃً پاک کردیا ہے اور ان کو کمالِ تقوٰی اور پاکیزگی عنایت فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا سادات کے علاوہ۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمالِ طہارت کی وجہ سے اہلبیت سے لاحق تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلِ الْبَیْتِ سلمان ہمارے اہلبیت سے ہیں۔ خواجہ محمد پارسا

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے ''فصل الخطاب'' میں لکھا کہ اہلبیت کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہل بیت ازواج مطہرات اور آپ کی صُلبی اولاد ہیں اور حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہیں میں سے ہیں اور مولیٰ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ان میں سے ہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المومنین حسن اور حسین اور علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انہوں نے اہل بیت میں داخل مانا ہے اور اگر وہ اصلِ اہل بیت ہوتے تو یہ کیوں فرماتے کہ امیر المومنین حسن اور حسین اور علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان میں سے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اولادِ رسول سے مراد صرف حضور کی چاروں صاحبزادیاں ہیں اور ازواج سے مراد حضور کی نو بیبیاں ہیں۔ لہٰذا تمام اہل بیت کل سولہ نفر ہوئے۔ نو بیبیاں، چار صاحبزادیاں اور امیر المومنین علی اور حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

''فصل الخطاب'' میں یہ بھی ہے کہ اہل بیت کی جانب منسوب نہ ہوگا مگر پاکیزہ خصال یہ بھی ضروری ہے کہ جو ان کی جانب منسوب ہو وہ اُن سے مشابہ بھی ہو۔ لہٰذا اُن کی جانب اسی کی نسبت کی جاتی ہے جس کی طہارت اور برگزیدگی کا حکم موجود ہو۔ اُسی میں ہے کہ اس بارے میں ایک روایت بھی مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے وہ کون قرابت دار ہیں جن کی تعظیم اور محبت ہم پر واجب ہے؟ تو نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ علی فاطمہ اور اُن کے بیٹے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ چار ہی مزید تعظیم کے ساتھ مخصوص ۔تو آپ نے مزید تعظیم اور محبت کا حصہ انہیں چار میں کیا نہ کہ دنیا بھر کے تمام سادات کا ۔لہٰذا ایمان کا کمال ،طہارت کے کمال کی وجہ سے ہے نہ کہ سیادت کی نسبت سے ۔اور اگر سیادت میں طہارت نہ ہوتو نسبت منقطع ہو جاتی ہے اور وہ پیوند قابلِ اعتبار نہیں رہتا جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے سے نسبتِ پسری اور پدری ساقط ہوگئی اور خدائے قدوس نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّـهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ ۔(سورہٗ ہود شریف ، آیت ۴۶) وہ تمہاری اولاد سے نہیں بے شک اس کے لچھّن بہت خراب ہیں۔

رہی وہ بات جو بعض احمق کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قیاس کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس لئے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے برتر ہیں تو وہ اتنا بھی جانتے ہیں کہ یہاں قیاس کا کام ہی نہیں اس لئے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کی تہدید کے لئے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیبیوں کی تمثیل بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ بھی پیغمبروں کی بیویاں تھیں لیکن جب انہوں نے دین میں خیانت اختیار کی ۔ہم نے دونوں کو جہنم میں داخل فرما دیا۔ یہاں بھی وہ احمق اللہ تعالیٰ پر یہ اعتراض کریں کہ تیرا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا ، دوسرے

پیغمبروں کی بیویوں پر قیاس کیسے درست ہوسکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اے برادر! نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویاں اپنے کفر وشرک کی بدولت دوزخ کے عذاب کی مستحق ہوئیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل اور شرف کے کمال کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی ازواج کے کھلے ہوئے فاحشے پر عذاب کی تہدید فرمائی جائے۔ پھر ان رسولوں کی بیویوں پر عذاب ایک چندر ہا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کو دوگنے عذاب سے ڈرایا۔ تو یہ بھی حضور کے فضل اور شرف کا کمال ہے دوسرے نبیوں کے مقابلہ پر اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی کہ یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ الآیۃ ۔(سورۃ الاحزاب شریف، آیت ۳۰) ''اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بیبیو! تم میں سے جو کوئی کھلا ہوا برا عمل کرے گی تو دوگنا کیا جائے گا اس کے لئے عذاب''۔ اور خدائے قدوس کا یہ فرمان کہ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۔اور ''یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے'' ان فضول گویوں کے گمان کا صریح رد ہے۔ اس لئے کہ وہ اس امر کو اللہ تعالیٰ سے محال جانتے ہیں۔ غرض ثابت ہوا کہ ازواجِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علاوہ جو لوگ کہ اہل بیت میں داخل یا لاحق ہیں خواہ سادات ہوں یا غیر سادات، ان کا حکم بلا کسی فرق کے وہی ہے جو ازواجِ مطہرات کا ہے یعنی اطاعت وعبادت میں انہیں دوگنا ثواب ہے دوسرے کے مقابلہ میں۔ اور گناہوں اور بدکاریوں میں دوسروں کے مقابل دوگنا عذاب۔ یہی وہ بات ہے جب کہ

مخدوم جہانیاں قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ نے ''خزانہ جلالی'' میں لکھا چنانچہ ان کا کلام اوپر گزر بھی گیا اور اس میں نہ ازواج کی توہین ہے نہ ان کے درجوں میں تنقیص۔ بلکہ یہ سب کے سب ان کے بلند درجات اور عالی مقامات کا ثمرہ ہے۔

اے برادر! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت اگرچہ نجاستوں اور گندگیوں سے بہت پاک وصاف تھے مگر ان میں وہ غرور اور گھمنڈ نہ تھا۔ ایسے ہی عشرۂ مبشرہ کو اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کا یقین تھا مگر وہ خیریتِ خاتمہ کا دعویٰ نہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ سب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے خوف اور ہیبت سے کانپتے اور تھرتھراتے رہتے اور خاتمہ بالخیر ہونے کی یہی علامت ہے۔ تو تجھے اپنی خیریتِ خاتمہ کا دعویٰ اور اپنی پاکیزگی وطہارت پر غرور اور گھمنڈ کہاں سے آیا کہ تو ان حضرات سے بھی بڑھا جا رہا ہے۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کل قیامت کے روز یہ فرمان ہو کہ ہم محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام امت کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک شخص کو دوزخ میں، تو میرے خوف کی یہ حالت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ شخص میں نہ ہوں۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دریافت کیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے منافقین کے ساتھ تو ذکر نہیں کیا اسی طرح کبھی کبھی آپ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے۔ ''اے مسلمانوں کے سردار! مجھے دوزخ سے ڈراؤ۔ اسی طرح تمام عشرۂ مبشرہ اور باقی تمام

اصحاب اور اہل بیت اگر چہ خدائے قدوس کی صدق اور اخلاص سے عبادت کرتے اور طہارت و پاکیزگی میں مُنتہیٰ تک پہنچ چکے تھے مگر ان کا خوف اور ہیبت، اس دن کی تہدید سے کہ لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۔(سورۃ الاحزاب شریف، آیت ۸) ''صادقوں سے ان کے صدق کا سوال کیا جائے گا''۔ بہت زیادہ رہتا اور اس خوف سے کہ مخلصین ہمیشہ خطرۂ عظیم پر رہتے ہیں ہمیشہ کانپتے رہتے۔ اور تو کہ خیریتِ خاتمہ کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے گلا پھاڑتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی معرفت ہی سے بے بہرہ ہے۔

اے برادر! تیری خیریتِ خاتمہ کو کسی نے نہ غصب کیا ہے نہ اُس پر زبردستی کسی کا قبضہ ہے۔ لوگوں کے سامنے کیا دعویٰ کرتا ہے اور اُن سے کیا لڑتا ہے۔ تیرا دعویٰ اور تیری لڑائی شریعت کے اصول سے ہے اس لئے کہ قرآن شریف اور حدیث کریم اور صحابہ کے اجماع نے ہر صاحب ایمان کے بالخیر خاتمہ کا حکم مبہم بیان فرمادیا ہے خواہ سادات ہوں یا غیر سادات۔ اور تو کہ یقین کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہونے کا حکم کرتا ہے تو شرع شریف ہی سے لڑائی مول لیتا ہے اور جو چیز کہ شریعت میں ثابت نہیں ہے اُسے کوئی مسلمان ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اگر تیری عبرت کی آنکھ کھلی ہے تو پہلے انبیاء علیہم السلام ہی کے حالات پر نظر ڈال لے کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس تک اپنے بیٹے کے لئے کوشش کی اور اہتمامِ کلی کیا کہ کسی طرح وہ مسلمان ہو جائے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے

لئے (جسے وہ باپ کہتے تھے) بہتیری کوششیں کیں کہ وہ بت پرستی سے باز رہے اور مسلمان ہو جائے مگر کچھ نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کہ آپ پیغمبروں کے سردار ہیں خاص کر فرعون کی جانب بھیجا گیا اور ان کی دعوت کی تائید اور قوت پہنچانے کے لئے نو معجزے بھی عطا فرمائے مگر فرعون پر کچھ اثر نہ ہوا اور فرعون ملعون پانچ سو سال تک خدائی کا دعویٰ کرتا رہا۔ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوطالب کے لئے کتنی کوشش فرمائی مگر مفید اور سود مند نہ ہوئی تو ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم السلام کی کوششیں اور ان کا اہتمام بارآور نہ ہوا اس جگہ فرزندی کی نسبت کیا کام آسکتی ہے؟

بیت

اگر خدائے نہ باشد ز بندۂ خوشنود　　شفاعت ہمہ پیغمبراں ندارد سود

اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے راضی نہ ہو تو تمام پیغمبروں کی کوشش بھی مفید نہیں ہوتی۔

اے برادر! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادوں میں سے ایک بھی زندہ رہتے اور ان کے بیٹے اور پوتے پیدا ہوتے تو وہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حقیقی فرزند ہوتے تو ان حقیقی فرزندوں کے ہوتے ہم سادات کے گروہ کہ ان کی صاحبزادی کی اولاد ہیں کوئی بھی فرزند رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ کہتا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اُن حقیقی فرزندوں کو بھی منع فرماتے کہ اپنی پیغمبر زادگی پر بھروسہ نہ کرنا۔ جیسا کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہی فرمائی۔ تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

آلہ وسلم کے حقیقی اور صُلبی فرزند نہ رہے، سادات کو کہ آپ کی صاحبزادی کی اولاد ہیں اُن کے قائم مقام کرلیا گیا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندوں میں شمار ہونے لگے تو وہ پیغمبر زادگی پر بھروسہ کرنے کی نہی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی ان پر بھی وارد ہوئی اس لئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مامور فرمائے گئے ہیں۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (سورۃ الشعراء شریف، آیت ۲۱۴) (آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں) کے حکم پر۔

اب تو تجھے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جتنی نسبت قریب ہوتی چلی جائے گی عذابِ الٰہی سے ڈرانا اور اس کی تہدید اتنی ہی بڑھتی جائے گی اس لئے کہ اہل بیت کے جرم اعمال کے ترازو میں عامی لوگوں کے کفر سے بڑھ کر ہیں اور اللہ پاک نے عوام کو ان کے گناہوں پر مغفرت کی بشارت دی ہے اور صدیقوں کی معصیت پر اپنی غیرت سے خوف دلایا ہے کہ

يَادَاوٗدُ بَشِّرِ الْمُذْنِبِيْنَ بِاَنِّىْ غَفُوْرٌ وَاَنْذِرِ الصِّدِّيْقِيْنَ بِاَنِّىْ غَيُوْرٌ

"اے داوٗد! گناہگاروں کو بشارت دے دو کہ میں بخشنے والا ہوں اور صدیقین کو یہ جتا دو کہ میں بڑی غیرت والا ہوں" اور حضور کے قرابت والوں اور اہل بیت کو جرم اور معصیت سے منع فرمایا ہے حالانکہ ان کی طرف سے کفر اور شرک خیال میں بھی نہیں آتا کہ اس سے منع فرمایا جائے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اور نبیوں کی بیبیوں کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ اِلىٰ قَولِهٖ تعالىٰ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔ (سورۃ الاحزاب شریف، آیت ۳۲،۳۳) یعنی اے نبی کی بیبیو! تم دوسری عورتوں میں سے ہر ایک کی طرح نہیں اگر تم پرہیز گاری کرتی ہو تو بات چیت میں ملائمت مت کرو کہ دل کا روگی کچھ للچائے۔ اور اچھی بات کہو اپنے گھر میں رہو اور پہلی جاہلیت کا سا بناؤ سنگھار مت کرو۔ نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر چلو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدگی کو دور فرمادے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔"

بعض رافضی آیۂ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الآیة کو پہلی آیت سے جدا مانتے ہیں "تفسیر ماتُریدی" میں ہے کہ "بعض نے کہا کہ یہ آیت پہلی آیت سے مقطوع ہے، اس لئے کہ پہلی آیت ازواج کے بارے میں ہے اور یہ آپ کے اہل بیت کے حق میں اور یہ رافضیوں کا قول ہے۔" لیکن علمائے اہل سنت و جماعت دونوں آیتوں کو باہم مربوط مانتے ہیں اس لئے کہ ازواج مطہرات تو اصلِ اہل بیت ہیں اور باقی دوسروں میں سے بعض داخلِ اہل بیت ہیں، بعض لاحقِ اہل بیت۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ پس ان کی پلیدگی یہی ہے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے جی چرائیں اور کوتاہی ظاہر کریں کہ ان کا یہ قصور عام لوگوں کے کفر اور شرک سے بڑھ کر ہے۔

مثنوئ مؤلف

دوستاں و مخلصاں را سر بسر دوستاں و مخلصاں را سر بسر

باز یک ذرّہ عبادت زیں گروہ در گرانی نزدِ حق باشد ، چو کوہ
طاعت و عصیاں ازیں خیر الرجال ہر دو را ثقلی است افزوں از جبال
لاجرم آں ہردو را اجر وعقاب از دو چند افزوں بود روزِ حساب

دوستوں اور اخلاص میں ڈوبے ہوؤں کا ذرہ برابر گناہ کفر سے بدتر ہوتا ہے، اسی طرح ان کی عبادت کا ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ تو ان بہترین مردوں کی اطاعت اور نافرمانی دونوں کا بوجھ پہاڑ سے زیادہ ہوتا ہے۔ لامحالہ ان دونوں کا اجر اور عتاب قیامت کے دن دونے سے زائد ہوگا۔
اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی ذَنْبَهٗ کَالْجَبَلِ یَقَعُ عَلَیْهِ وَالْمُنَافِقُ یَرٰی ذَنْبَهٗ کَالذُّبَابِ یَطِیْرُ مِنْهُ۔ مومن اپنا گناہ پہاڑ کی طرح جانتا ہے کہ اس پر گراں آ رہا ہے اور منافق اپنی سرکشی کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے کہ اس سے اڑ جائے گی۔
اے بھائی! اللہ والے اپنی اطاعت اور عبادت کو اگرچہ بے قدر اور بے قیمت جانتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بیش قیمت ہوتی ہے اور لغزشوں اور گناہوں کو جتنا وہ بوجھل اور برا سمجھتے ہیں وہ اتنے ہی ہلکے اور چھوٹے رہ جاتے ہیں ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں رخساروں پر دو کالی لکیریں پڑ گئی تھیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دوستوں کا رونا معصیت کا رونا نہیں گریہ معرفت ہے کہ وہ اپنے وجود کو سر سے پیر تک ناقص اور عیبی جانتے ہیں۔ وُجُـــوْدُكَ ذَنْـــبٌ

وَلَا یُقَاسُ بِہٖ ذَنْبٌ ۔'' کہ تیرا وجود خود ایک گناہ ہے اس کے برابر کسی گناہ کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔'' اور اپنے نقص اور عیبوں پر جتنی معرفت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی گریہ وزاری میں ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ اگر گناہگار اور عاصی اپنے گناہوں کو ندامت کے پانی سے نہ دھوتا رہے تو وہ ہلاک ہو جائے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری اور شیبان راعی ایک جگہ جمع ہوئے۔ حضرت سفیان ثوری تمام رات روتے رہے۔ امام شیبان نے دریافت کیا کہ اے سفیان! اتنا کیوں روتے ہو اگر گناہوں کے سبب روتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرو۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے رونے کا سبب اپنے خاتمہ کا خوف ہے اس لئے کہ میں نے اور چند اور لوگوں نے ایک شیخ مجتہد سے چالیس سال علم حاصل کیا اور انہوں نے ساٹھ برس تک خانۂ کعبہ کی مجاوری کی تھی لیکن جب جان دی تو کفر پر دی خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا۔'' جواب دیا کہ اے سفیان! وہ اس کے گناہوں کی شامت تھی اگر چہ جو تم کہتے تھے وہ بھی اس میں تھا لیکن جرم کوشی بھی تھی (ندامت وتوبہ کے بغیر) تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی کسی آن مخالفت نہ کرو۔

مروی ہے کہ ابراہیم نخعی ایک فقیہ کے شاگرد تھے۔ لوگوں نے ان کے مرنے کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ مجوسیوں کی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے ہیں لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ فقیہ نے جواب دیا کہ جب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف آتا میں درود شریف نہ پڑھتا۔ اسی کی نحوست سے معرفت اور

ایمان سلب کرلیا گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَمَرْضِیٌّ لَدَیْهِ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضیٰ۔

مثنوی

کس چہ داند کہ تا چہ رفت قلم ہر کسے راست عاقبت مبہم

خوض سرّ ازل لبی نہ کند حکم بالقطع بر کسے نہ کند

گر مطیع ست ، بندۂ حبشی یا کہ عاصی ست سید قرشی

گرچہ فرمود سیدابرار کآں بجنت بُرند وایں درنار

لیک سرّ اطاعت و عصیاں شُد بجلبابِ علمِ غیبِ نہاں

تاچہ کس راندہ ، حکمتِ ازلش یا کرا خواندہ لطفِ لم یزلش

راہِ دیں را دوپاست ، خوف و رجا نتواں رفت راہ ، جز بدو پا

ظرفِ ایماں ، مقام خوف و رجا ست ہست مظروف تاکہ ظرف بجاست

گر رَجا پروری و خوف ہلی ظرف بشکستی از سیاہ دِلی

ظرف بشکست و خوف شد مظروف نبود نطق ، جُز بصورت و حروف

ہرکرا خوف نیست ، درکفر ست ہم چو ارجا کہ سر بسر کفر ست

دین ارجا نبود ، عہدِ رسول کہ تو می پروری ، بعقلِ فضول

مَرجیاں کافرند و بے دیناں بشنو از شرع ، حالتِ ایشاں

کوئی کیا جانے کہ قلمِ قدرت نے کیا لکھ دیا ہر شخص کا انجام مبہم ہے۔ ازلی بھیدوں میں غور کرنا کفایت نہیں اور نہ کسی کی موت کا بالیقین حکم اس سے معلوم ہوتا

ہے۔غلام حبشی اگر چہ فرمانبردار ہو یا قریشی سید اگر چہ گنہگار ہو، اگر چہ سید الابرار علیہ الصلوٰۃ الی یوم القرار نے (بحسب ظاہر) یہ حکم فرمادیا کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں دوزخ میں لیکن اطاعت اور سرکشی کا راز علمِ غیب کی چادر میں پوشیدہ ہے اور اب (کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا) کوئی نہیں بتا سکتا کہ حکمتِ ازلی نے کسے راندۂ بارگاہ کیا اور لطفِ لم یزلی نے کسے اپنی طرف بلالیا۔ (بس یوں سمجھ لو) کہ دین کی راہ چلنے کے لئے دو پاؤں ہیں۔ خوف ورجا اور بغیر پیروں کے راستہ چلنا ممکن ہی نہیں۔ ایمان کا ظرف، امید اور خوف کا مقام ہے اور مظروف اُسی وقت تک رہتا ہے جب تک ظرف ٹھیک رہے۔ اگر تو امید پالتا رہے اور خوف خدا چھوڑ دے تو تو نے اپنی سیاہ دلی سے ظرفِ ایمان کو توڑ دیا اور جب ظرف ٹوٹ گیا تو مظروف بھی غارت ہوا کہ بات چیت (کہ مانند مظروف ہے) آواز اور حرفوں ہی سے ہوتی ہے (کہ مثل ظرف ہیں)۔ اسی طرح جسے خوف نہیں وہ کفر میں ہے جس طرح طریقۂ مرجیہ کہ سراسر بے دینی و بدعقیدگی ہے۔ مرجیہ کا دین زمانۂ اقدس میں نہ تھا مگر تو اسے اپنی فضول عقل میں پال رہا ہے۔ تمام مرجیہ کافر اور بے دین ہیں ان کی بدعقیدگی کا حال شریعت سے عیاں ہے۔

اے گروہِ سادات! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرزندی کے شرف پر گھمنڈ اور غرور مت کرو کہ تمام نسبتیں دنیا میں جان پہچان کے لئے ہیں۔ آخرت کی بزرگی صرف تقویٰ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ

اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (سورۃ الحجرات شریف، آیت ۱۳) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے اور قبیلے میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سب سے زیادہ کرامت والا وہ ہے اللہ کے نزدیک جو تم سب میں زیادہ پرہیز گار ہے''۔ لہٰذا دینی عزت کا ثبوت تقویٰ سے ہے نہ کہ سیادت سے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرزندی کے ظاہری پیوند سے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: لَوْکَانَ فِیْ بَلَدٍ وَلَدِیْ وَ النَّاسُ اَتْقٰی مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۔ اگر کسی شہر میں میرا کوئی فرزند ہے اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیز گار ہیں تو وہ میرا نہیں''۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ط (سورۃ المائدہ شریف، آیت ۲۷) ''اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں ہی سے قبول کرتا ہے''۔ تو قبول کا انحصار تقویٰ پر رکھا نہ کہ نسبت اور سیادت پر۔ اور فرمایا: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ط (سورۃ البقرہ شریف، آیت ۱۹۷) کہ لوگو توشہ بنالو اور تحقیق کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے''۔ یہاں بھی آخرت کا توشہ تقویٰ فرمایا نہ سیادت اور نہ نسبت۔ اور فرمایا: اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ط (سورۃ الانفال شریف، آیت ۳۴) '' اس کے دوست نہیں مگر متقین''۔ تو بندہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی تقویٰ پر منحصر ہے نہ کہ انساب پر۔ رسالہ مکیہ میں ہے کہ یہ نظمِ قرآنی اور اسی طرح سے اور عبارتیں حصر کا فائدہ دیتی ہیں۔

مسئلہ پر غور کرو اور دیکھو کہ ابلیس اور بلعام اور برصیما اپنے حالاتِ زندگی میں ظاہری کمال اور کرامت رکھنے کے باوجود، جب انہوں نے تقویٰ چھوڑ دیا اور خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو وہ اپنے درجوں سے کیسے گرادیئے گئے۔ شعر

لَوْکَانَ فِی الْعِلْمِ مِنْ دُوْنِ التُّقٰی شَرَفٌ لَکَانَ اَشْرَفُ خَلْقِ اللّٰہِ اِبْلِیْسُ

اگر علم میں بغیر تقویٰ کے کوئی بزرگی ہوتی تو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شرف والا ابلیس ہوتا"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آلِیْ کُلُّ مُؤْمِنٍ تَـقِیٍّ ہر متقی مسلمان میری آل ہے یہ نہ فرمایا کہ میری آل میری اولاد ہے۔ پھر آل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے۔ کبھی تو ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے ذات ہی مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَط (سورۃ البقرہ شریف، آیت ۲۴۸) بقایا ان میں سے جسے آل موسیٰ اور آلِ ہارون نے چھوڑا۔ اور کبھی مذکور ہوتا ہے اور اُس سے آدمی کے قرابت داروں کا ارادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَط (سورۃ المؤمن شریف، آیت ۲۸) کہا ایک مرد مسلمان نے آلِ فرعون سے"۔ اور وہ حزبیل فرعون کے چچا ہیں۔ اور کبھی بولا جاتا ہے اور اُس سے ملت والے مراد ہوتے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: مَنْ اٰلُكَ ؟ فَقَالَ آلِیْ کُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِیٍّ ط آپ کی آل کون ہے؟ ارشاد ہوا میری آل ہر متقی مسلمان ہے۔" اور یہ رافضیوں پر حجت ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں آل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) صرف علی اور ان کے فرزند ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

یہ بھی جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل دو قسم کی ہے۔ایک نسبی جسے حضرت جعفر اور عقیل بن ابی طالب کی اولاد اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور حارث بن عبدالمطلب اور علی اور آپ کی اولاد کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ دوسرے سببی کہ ہر متقی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل ہے تو آلِ نسبی میں آخرت کی نجات کے لئے تقویٰ اور طہارت شرط ہے اور خاتمہ کی خیریت اور حسنِ عاقبت بھی تقویٰ پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ط کہ عاقبت تو پرہیزگاروں کی ہی ہے۔'' اب کہ میں نے اس سنبلہ کو ختم کی ہدایت اور گمراہی کے حذر میں سب سے یہی کہتا ہوں کہ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔اللہ جسے ہدایت فرمائے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ چھوڑ دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے۔

رباعی

گہ رشک بُرد فرشتہ از پاکیٔ ما گہ خندہ زند دیو ،ز بیباکیٔ ما

ایماں چو سلامت بلبِ گور بریم اَحسَنت بریں چستی و چالاکیٔ ما

کبھی فرشتہ ہماری پاکی پر رشک کرتا ہے تو ہماری بیباکی پر کبھی شیطان بھی خوش ہوتا ہے۔اگر ہم قبر تک اپنے ایمان کو سلامتی سے لے جائیں تو اس چستی اور چالاکی پر شاباش ہے۔

جوہرِ مغفرت

محدث علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں:

اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض تیری ہی عنایت سے اس قابل اور لائقِ التفات ہے۔ وہ یہ کہ مجلسِ میلاد پاک کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے ارحم الراحمین! مجھے اس کا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا۔ اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مستردنہیں ہوگی۔ (اخبار الاخیار شریف ص ۶۲)

SUNNI HANAFI CHISHTI DARUL IFTA

Raza Mahal, Chishti Hashmati Markaz

Khwaja Chowk, Masjid Deshwaliyan, Near Diggi Bazar
Dargah,Ajmer Sharif(Rajisthan) India
Contact : +91 8094583786, +91 9828922116

ANJUMAN RAZA E HABIB
صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
BURHANPUR SHAREEF MP
CHISHTI HASHMATI ACADEMY